سلسلۂ دار المصنفین

نمبر ۲۳

کلیات شبلی

اردو

یعنی

مولانائے مرحوم کی اردو مثنوی، قصائد، مسدس،
اخلاقی، مذہبی اور سیاسی نظموں کا مکمل مجموعہ

باہتمام

مسعود علی ندوی،

معارف پریس اعظم گڈھ میں طبع ہوا

کلیاتِ شبلی نعمانی

کلیات

دیباچہ

بسم اللہ الرحمن الرحیم

حامداً و مصلیاً

مولانائے مرحوم کے علمی کمالات مین اگرچہ فارسی اور اردو کی شاعری بھی داخل ہے تاہم اُنھون نے بذاتِ خود کبھی اس کو اپنا قابلِ فخر کارنامہ قرار نہین دیا، اور اس حیثیت سے کبھی اپنے ہمعصرون کی صف مین حریفانہ حیثیت سے کھڑے نہین ہوئے بلکہ یہ اُن کا صرف ایک تفریحی مشغلہ تھا، اور زیادہ تر اسکی تحریک خاص خاص مؤثرات و محرکات کی وجہ سے ہوتی تھی چنانچہ جب وہ علی گڈہ کالج مین پروفیسر مقرر ہوئے اور وہان اُنکو قومی زندگی کے مختلف مظاہر نظر آئے تو انھون نے قصیدہ اور مسدس کی شکل مین بعض نظمین لکھین جو وہان مختلف عظیم الشان جلسون مین پڑھی گئین، ان کے علاوہ علی گڈہ کی جدید تحریک کے متعلق انھون نے ایک مستقل مثنوی "صبح امید" کے نام سے لکھی، جو نہایت مقبول ہوئی، اس کے بعد ایک مدت تک انھون نے اردو شاعری کو ہاتھ نہین لگایا، اور جو کہتے رہے فارسی زبان مین کہتے رہے لیکن انکی اخیر زندگی مین اندرونی و بیرونی مؤثرات و محرکات نے اُن کو دوبارہ اس طرف متوجہ کیا اور تصنیفِ سیرت، منسوخیِ تقسیم بنگال، ہنگامۂ جنگِ بلقان، قیامِ مسلم یونیورسٹی، و مسلم لیگ اور

نزاعات ومناقشات ندوہ کے پیہم ومتصل اثرات نے ان کے زود اشتعال جذبات مین ایک آگ سی لگا دی اور انھون نے ان سے متاثر ہو کر اردو مین بکثرت مذہبی، اخلاقی اور سیاسی نظمین لکھین جو ملک مین نہایت مقبول ہوئین، اور اس حسن قبول کی بنا پر دہلی، لاہور، اور علی گڈہ سے ان نظمون کے متعدد مجموعے شائع ہوئے جنمین سب کے سب ناقص اور غیر مکمل تھے اور بالکل سچ تو یہ ہے کہ ان کی عام مقبولیت کو دیکھ کر ان سے وقتی طور پر صرف تاجرانہ فائدہ اٹھانا مقصود تھا، ان سب کے بعد حاجی ظفر الملک علوی نے ۱۹۱۸ء مین ان نظمون کا ایک مجموعہ "مجموعۂ کلام شبلی" کے نام سے شائع کیا، جو ان سب مین سب سے زیادہ مکمل تھا، لیکن ان نظمون کے علاوہ مولٰنا کی اور بھی متعدد نظمین اردو مین تھین جنکو دار المصنفین اس سے بھی زیادہ مکمل مجموعہ شائع کرنے کیلئے نہایت خاموشی کے ساتھ جمع کر رہا تھا اور ان تمام کوششون کے اخیر مین "کلیات شبلی" اسی اخیر کوشش کا نتیجہ ہے، جسکو "مجموعہ کلام شبلی" پر چند نظمون کے اضافہ کے علاوہ یہ مزیت بھی حاصل ہے کہ اس مجموعۂ کلام شبلی مین تمام نظمین باہم مخلوط تھین، اور ان مین کسی قسم کی تبویب وترتیب کا خاص لحاظ نہین رکھا گیا تھا لیکن اس مجموعہ مین مذہبی، اخلاقی اور سیاسی نظمون کے الگ الگ عنوان قائم کئے گئے ہین اور ان کے تحت مین صرف وہی نظمین درج کیگئی ہین جو ان عنوانون سے خاص تعلق رکھتی تھین، اس کے ساتھ متعدد نظمون کی ابتدا مین مختلف نوٹ بھی لکھے گئے ہین جن سے ان کی مزید تشریح ہوتی ہے، وما توفیقی الا باللہ،

فہرست مضامین

۶۸۶

صبحِ امید

ادراکِ حالِ ما ز نگہ می توان نمود
حرفے ز حالِ خویش بہ سیما نوشتہ ایم

کیا یاد نہیں ہمیں وہ ایام؟
وہ قوم کہ جان تھی جہان کی
تھے جس پہ نثار فتح و اقبال
گُل کر دیے تھے چراغ جس نے
وہ نیزۂ خون فشان کہ چل کر
روما کے دھوئیں اُڑا دیے تھے
با این ہمہ جاہ و شوکت و فر
ہیئت میں بلند پایہ اُس کا
منطق میں ہوا جو گرم جولان

جب قوم تھی مبتلائے آلام
جو تاج تھی فرقِ آسمان کی
کسریٰ کو جو کر چکی تھی پامال
قیصر کو دیے تھے داغ جس نے
ٹھہرا تھا فرانس کے جگر پر
اٹلی کو کنوئیں جھکا دیے تھے
اقلیم ہنر بھی تھے مسخر
تھا فلسفہ زیرِ سایہ اُس کا
کھاتے تھے رکابِ مصر و یونان

میدانِ سخن جو ردبرد تھا / فارس کی زبان پہ طرّہ تو اتھا
جو فلسفیانِ ہند و چین تھے / خرمن سے اسی کے خوشہ چین تھے
یہ قوم کہ تاجِ آسمان تھی / اب کوئی گھڑی کی میہمان تھی
تھے جان کے پڑ گئے جو لالے / ہر سانس پہ لیتی تھی سنبھالے
جس چشمے سے اک جہان تھا سیراب / وہ سوکھ کے ہو رہا تھا بے آب
پامال ہوا تھا بوستان کیا! / آئی تھی بہار پر خزان کیا!
وہ ابر کہ چھا رہا تھا یکسر / دو دن ہوئے کھُل گیا برس کر
پستی نے دبا لیا فلک کو، / خورشید ترس گیا چمک کو،
اب خضر کو گمرہی کا ڈر ہے / عیسیٰ کو تلاشِ چارہ گر ہے
جو ابر ابھی برس گیا ہے / اک بوند کو اب ترس گیا ہے
اسلام کی جان پر بنی ہے / دم توڑ رہا ہے جان کنی ہے
ہر چند یہ ہو چکی تھی حالت / ہم تھے وہی مست خواب راحت
غفلت نے ڈبو دیا تھا ہم کو / تقلید نے کھو دیا تھا ہم کو
مٹنے پہ جو تھا نشان ہمارا / خواب اور ہوا گران ہمارا
غفلت کے یہ چل رہے تھے جھونکے / گو صبح ہوئی پہ ہم نہ چونکے
کس نیند میں سو گئی تھیں آنکھیں؟ / بیکار سی ہو گئی تھیں آنکھیں
ادراک و خرد سے برطرف تھا / دل یا کوئی پارۂ خزف تھا؟

بیکار تھا۔ بے نظام تھا دل | پہلو مین برائے نام تھا دل

تھے ہوش و حواس سب مُعطّل | سیدھی تھی غرض نہ ایک بھی کل

تھی روز بروز حالت ابتر | بَن بَن کے بگڑ چلا مُقدّر

پیچھے ہٹنے لگی تھی بڑھکر | دریا یہ اُتر چلا تھا چڑھکر

عزت نہ رہی نہ جاہ و ثروت | افلاس کی بج چکی تھی نوبت

دولت سے جو ہاتھ دھو چکے تھے | ہم علم و ہنر بھی کھو چکے تھے

وہ فلسفۂ کہن ہمارا، | گنجینۂ علم و فن ہمارا

وہ اوج کمال نکتہ دانی | یعنی وہ مسائلِ معانی

منقول کی انتہائے تکمیل | آئین و اصولِ جرح و تعدیل

ترتیب گذارشِ دلائل | اس طرح کے اور بھی مسائل

اندوختۂ سلف تھا جو کچھ | وہ لعل تھا یا خزف تھا جو کچھ

تھے ذرۂ خاک یا ستارے | اب کچھ نہین ہاتھ مین ہمارے

معقول کو۔ فقہ کو۔ ادب کو | ہم ہاتھ سے کھو چکے ہین سب کو

بیہودہ فسانہاے پارین | زلف و خط و خال کے مضامین

وہ نوکِ مژہ کی نیزہ بازی | وہ تُرکِ نگہ کی فتنہ سازی

یہ طرزِ خیال تھا ہمارا | یہ فن۔ یہ کمال تھا ہمارا

جغرافیۂ وجود سارا | ہر چند کہ ہم نے چھان مارا

کی سیر بھی گرچہ بحر و بر کی
لیکن نہ خبر ملی کمر کی

ناوون کے دکھائے جب تماشے
گردون کے اُڑا دیے پرخچے

دریا ٹھہرایا چشم تر کو
خون نابہ فشان کہا جگر کو

چھیڑا رگِ دل کو نیشتر سے
ناوون کو لڑا دیا اثر سے

اِس کوچۂ تنگ و تار سے ہم
اِس پیچ سے اِس حصار سے ہم

کھایا کیے گو ہزار چکّر
تا زیست نکل سکے نہ باہر

چرچا یا ذکر تھا تو یہ تھا
جولان گہِ فکر تھا۔ تو یہ تھا

اپنی تو ہمین نہ کچھ خبر تھی
اوردن کے عیوب پہ نظر تھی

لڑ پڑتے تھے بات بات مین ہم
ڈوبے تھے تعصّبات مین ہم

دکھلائی کمالِ دینداری
مومن کو بنا دیا جو ناری

تکفیر ہمارا ہی چلن تھا
زندیق۔ تو تکیۂ سخن تھا

دشمن کو نہ کر سکے موافق،
مومن کو بنا دیا منافق

گمراہ تو سیکڑون بنائے
رستے پہ نہ ایک کو بھی لائے

خلقِ نبوی کی تھی یہ تصویر!
آپس مین ہر ایک گرم تکفیر

تصنیف مین گالیون کی بھرمار
تحریر۔ کہ لعنتون کا انبار

برپا تھے وہ مسجدون مین فتنے
دیکھے نہ سُنے کبھی کسی نے

آپس مین نفاق کا یہ عالم
یہ اُس سے خفا۔ وہ اُس سے برہم

اللہ رے یہ وفورِ غفلت! ۔ سمجھے تھے رواج کو شریعت!
باطل پہ فدا - تو حق سے بیزار! ۔ تقلید پہ کس بلا کا اصرار!
دیندار برائے نام تھے ہم ۔ وابستۂ رسمِ عام تھے ہم
تھے رسم و رواج پر فدا سب ۔ تحقیق سے کچھ غرض نہ مطلب
سمجھے نہ ذرا - کہ وقت کیا ہے؟ ۔ کس سمت زمانہ چل رہا ہے؟
نیرنگیوں پر نہ کچھ نظر کی ۔ یعنے کہ ہوا ہے اب کدھر کی؟
کیا پیش ہے؟ کیسی صورتیں ہیں؟ ۔ کیا وقت ہے؟ کیا ضرورتیں ہیں؟
رنگ و روشِ سپہر کیا ہے؟ ۔ اب طرزِ خرامِ دہر کیا ہے؟
ہیں چرخ کی اب نئی ادائیں ۔ چلنے لگیں اور ہی ہوائیں
چھیڑے جو گئے نئے فسانے ۔ نغمہ وہ رہا - نہ وہ ترانے
پھونکا ہے فلک نے اور افسوں ۔ اب رنگِ زمانہ ہے دگرگوں
سیّارے ہیں اب نئی چمک کے ۔ وہ ٹھاٹھ بدل گئے فلک کے
اب صورتِ ملک و دیں نئی ہے ۔ افلاک نئے - زمیں نئی ہے
سب بھول گئے ہیں اس سبق کو ۔ گردوں نے الٹ دیا ورق کو
تیور جو بدل گئے قضا کے ۔ ڈھنگ اور ہیں چرخِ فتنہ زا کے
میخانۂ اولیں ہمارا ۔ وہ جام - وہ ساتگیں ہمارا
وہ لطف کے تذکرے وہ فرصت ۔ وہ گرمیِ انجمن - وہ صحبت

وہ سحر و فسونگری زبان کی ،
وہ طرز۔ وہ شوخیان بیان کی

وہ دُرجِ دُرِ سخن ہمارا
گنجینۂ علم و فن ہمارا

جو زینت و ساز تھے ہمارے
جو مایۂ ناز تھے ہمارے

جس باغ کے برگ و ساز تھے ہم
یعنے کہ چمن طراز تھے ہم

جو دشت تھا سبزہ زار ہم سے
جس باغ پہ تھی بہار ہم سے

جس بزم کے میگسار تھے ہم
جس ملک کے تاجدار تھے ہم

جھونکے جو چلے نئی ہوا کے
آغوش مین آگیا فنا کے

وہ بزم رہی۔ نہ جام و ساغر
یک بار الٹ گیا وہ دفتر

دیکھی یہ روش تو پھر خردمند
ہوتے گئے طرز نو کے پابند

گرنے بھی نہ پائے تھے کہ سنبھلے
بدلا جو زمانہ۔ وہ بھی بدلے

طرز و روشِ زمانۂ حال
جس ڈھنگ پہ پھر چلے وہی چال

یان اور جو قافلے روان ہین
سب بادِ صبا سے ہمعنان ہین

لیکن نقشِ زمین رہے ہم
بیٹھے تھے جہان۔ وہین رہے ہم

گر کر نہ کبھی ابھر سکے ہم
بگڑے۔ تو نہ پھر سنور سکے ہم

گو غیر اب اہلِ انجمن ہین
ہم گرم فسانۂ کہن ہین

اب تک ہین بغفلت آرمیدہ
محوِ چمنِ خزان رسیدہ

ہر چند وہ بزم ہے۔ نہ احباب
ہم دیکھ رہے ہین پر وہی خواب

گو بطمۂ خورِ زمانہ ہین ہم
مخمورِ مے شبانہ ہین ہم

اُس گنج گہر پہ ہم ہین نازان
جس کا کوئی جوہری نہین یان

قائم جو وہ انجمن نہین ہے
اِس نقد کا اب چلن نہین ہے

اب عیب ہین سب ہنر ہمارے
ہین پوتھ سے کم گہر ہمارے

ازبسکہ ذلیل و خوار ہین ہم
افسانۂ روزگار ہین ہم

ہے اوج پہ بختِ بد ہمارا
دیکھے کوئی جزر و مد ہمارا

کیا کوئی سُنے فغان ہماری
دلدوز ہے داستان ہماری

ہم مایۂ عبرتِ جہان ہین !
ہم ننگِ زمین و آسمان ہین !

ناچار ہین، خستہ حال ہین ہم
عبرت کدۂ زوال ہین ہم

مٹنے پہ ہے اب نشان ہمارا
گم گشتہ ہے کاروان ہمارا

کس ندانست کہ منزل گہِ مقصود کجاست
این قدر ہست کہ بانگِ جرسے می آید

ماتم تھا یہی۔ کہ آئی ناگاہ،
اِک سمت سے اک صدائے جانکاہ

اِس شان سے تھی وہ آہِ دلگیر
پہلو مین اثر، بغل مین تاثیر

دل ہاتھ سے لینے مین بلا تھی
جادو تھی؟ فسون تھی؟ جانے کیا تھی؟

ڈوبی ہمہ تن جو تھی اثر مین
نشتر سی اُتر گئی جگر مین

جس سمت سے آئی تھی وہ آواز
وہ جلوہ نمائے سحر و اعجاز

جنبش جو ہوئی رگِ اثر کو
دل تھام کے سب بڑھے اُدھر کو

دیکھا تو وہان بجاہ و تمکین
آیا نظر اک پیرِ دیرین

صورت سے عیان جلال شاہی
چہرے پہ فروغ صبحگاہی

وہ ریش دراز کی سپیدی
چھٹکی ہوئی چاندنی سحر کی

پیری سے کمر مین اک ذرا خم
توقیر کی صورت مجسّم

وہ ملک پہ جان دینے والا
وہ قوم کی ناؤ کھینے والا

اُٹھتے ہوے جوش سے برقّت
ہے مرثیہ خوان قوم و ملّت

نالان ہین کہ اب بھی تو جاگو!
اے خواب گران کے سونیوالو!

آخر کب تک یہ خوابِ غفلت؟
اُلٹو تو ذرا نقابِ غفلت؟

تا چند رہو گے مست و سرشار؟
اُٹھو! کہ سحر ہوئی نمودار

سوچو تو ذرا! کہ حال کیا ہے؟
کس خواب مین ہو؟ خیال کیا ہے؟

غفلت مین جو شب بسر ہوئی ہے
لو اب تو اُٹھو! سحر ہوئی ہے

کچھ تم کو خبر ہے۔ یا نہین ہے؟
کچھ دل پہ اثر ہے۔ یا نہین ہے

اغیار کے طنز کو بھی سُن کر
لگتے نہین کیا جگر پہ نشتر؟

دیکھو تو ذرا یہ حالتِ زار
کیون قیدِ بلا مین ہو گرفتار

ہو گردِ رہِ صفِ پسین کیون؟
اِس بزم مین خوار ہو تمھین کیون

کیون تیرِ ستم کے ہو نشانہ ؟ — بگڑا ہے تمھین سے کیون زمانہ ؟
کس نے تمھین اوج سے اتارا ؟ — اقبال نے کیون کیا کنارا ؟
کیون بار ہو تم دلِ زمین پر — کیون برقِ بلا گری تمھین پر ؟
کس پیچ مین رہ گئے ہو پھنسکر ؟ — کیا ہے کہ اُجڑ گئے ہو بس کر ؟
افلاس مین تم جو ہو گرفتار ؟ — بیٹھے ہو جو نقشِ پا سے بیکار ؟
شکوے ہین جو بے زری کے تمکو — لالے ہین جو نوکری کے تم کو
حرفت کو جو کرچکے ہو غارت — برباد جو ہو چکی تجارت
ہر علم و ہنر سے بے خبر ہو — صنعت مین جو تم شکستہ پر ہو
مدخل جو نہین کمال مین کچھ — دست جو نہین خیال مین کچھ
افعال جو سخت مبتذل ہین — تدبیر کے دست و پا جو شل ہین
رونا ہے تمھین اب آج جن کا — خود کردہ ہین کیا علاج ان کا
غفلت مین جو خوب سوچکے ہو — ہونا جو تھا۔ وہ ہو چکے ہو
دنیا کے نہ کام کے نہ دین کے — افسوس! رہے نہ تم کہین کے
نکبت کی گھٹا ہے سر پہ چھائی — افلاس کی ہر طرف دُہائی
اب عیش نصیب ہے نہ آرام — گھر گھر مین مچا ہوا ہے کہرام
برباد پڑے ہین کارخانے — نکبت نے مٹا دیے گھرانے
رونق کا اثر نہ عیش کی بو — اک خاک سی اُڑ رہی ہے ہر سو

اُمید کے دِن کی ہو چکی شام، خورشید اب آگیا لبِ بام
اب وقت اخیر ہے خبر لو! جو کچھ کرنا ہے اب بھی کر لو!
تا دیر وہ قوم کا فدائی وہ خضرِ طریق رہنمائی
اُٹھتے ہوئے جوش دل سے پیہم عبرت کا دکھا رہا تھا عالم
افسانۂ غم سُنا کے ٹھہرا سوتون کو جگا جگا کے ٹھہرا
جادو کی بھری ہوئی وہ تقریر ہونٹون سے ٹپک رہی تھی تاثیر
ترغیب کے ساتھ ساتھ تہدید کچھ یاس۔ تو کچھ نویدِ اُمید
کچھ لطف بھی تھا عتاب کے ساتھ تھا زہر یہ قندِ ناب کے ساتھ
باتون مین اثر تھا کس بلا کا اِک بار جو رُخ پھرا ہوا کا
اُمّید کی بڑھ گئی تگ و تاز اونچی ہوئی حوصلون کی پرواز
خواہش کے بدل گئے ارادے ہمّت نے قدم بڑھائے آگے
وہ دوڑ چلے جو پابگل تھے آندھی ہوئے جو فسردہ دل تھے
جو تھا وہ عجیب جوش مین تھا مخمور بھی اب تو ہوش مین تھا
اب ملک کے ڈھنگ تھے نرالے اخبار کہین کہین رسالے
تعلیم کے جا بجا وہ جلسے گھر گھر مین ترقیون کے چرچے
بیتاب ہر ایک جزو کل تھا ہر بار "بڑھے چلو" کا غل تھا

نومیدی از وصالِ تو طاقت گداز بود
صد جا گرہ زدیم اُمیدِ بریدہ را

اِسلام کی حالتِ زبون کا — آنکھون مین جو پھر گیا تھا نقشا
تھا صبر و شکیب کا نہ یارا — غیرت نے دلون کو پھر اُبھارا
تدبیرِ مرض کی جستجو تھی، — ہر بزم مین اب یہ گفتگو تھی
یعنی روشِ علاج کیا ہو؟ — بیمار کو کس طرح شفا ہو؟
کیا ہو کہ اُبھر چلین ذرا ہم؟ — اِس قیدِ بلا سے ہون رہا ہم؟
یہ پھانس چُبھی ہوئی نکلجائے — بیمارِ اجل ذرا سنبھل جائے
وابستۂ غم کی جاں بری ہو — سوکھی ہوئی شاخ پھر ہری ہو

یہ قوم کی بیکسی تو جائے — یعنی یہ مریض جی تو جائے
تھی بسکہ ہر ایک کو یہی فکر — برسون یہی بحث تھی یہی ذکر
ہر بزم مین تذکرہ یہی تھا — ہر شخص کا مشغلہ یہی تھا
دانش طلبانِ نکتہ دان نے — عیسیٰ نفسانِ خوش بیان نے
ترتیب دیے بکاوش و کد، — بتیس[32] رسالہ ہائے مفرد
لکھے بدلائل و براہین — اِس بحث پہ مختلف مضامین
وہ نکتہ ورِ حقیقت آگاہ — یعنی مہدی[o] علی ذیجاہ

o نواب محسن الملک

سید اشرف علیؒ ممتاز — مشتاق حسینؒ نکتہ پرداز
اُن کے قلمِ گہر فشاں نے — آئینِ گزارشِ بیاں نے
آساں کر دی ہر ایک مشکل — تا طے شدہ رہ گئی نہ منزل
جو بحث تھی دلنشین کی تھی — ہر بات کی چھان بین کی تھی
اسلام کا وہ عروجِ شاہی — وہ اوج وہ شانِ کجکلاہی
ایوانِ علوم کی وہ تزئین — تحصیلِ کمال کے وہ آئین
تکمیلِ فنون میں توغل — اک بار پھر اُن کا وہ تنزل
اس طرح غرض کہ جزر و مد کا — کھینچا تھا وہ ٹھیک ٹھیک نقشا
تصویر سی پھر گئی نظر میں — جان آ گئی قالبِ اثر میں
اسباب و علل سے بحث کی پھر — یعنی کہ یہ انقلابِ نادر
کس بات سے ہی؟ سبب ہوا کیا؟ — وہ باعثِ اوج اب ہوا کیا؟
پھر اصلِ سخن پہ کی جو تقریر — یعنے روشِ علاج و تدبیر
تحقیق کے طے کئے مراحل — وا کر دیے عقدہائے مشکل
تدبیر کی صورتیں بتائیں — جو جو تھیں ضرورتیں بتائیں
القصہ یہ بات کی تھی تسلیم — یعنی کہ علومِ نو کی تعلیم
تدبیرِ شفا جو ہے تو یہ ہے — اِس دُکھ کی دوا جو ہے تو یہ ہے

لله نواب وقار الملک مولوی مشتاق حسین صاحب

سہتے ہین جو یون غم و تعب ہم
تدبیر یہی ہے بس کہ اب ہم
تقویم کہن سے ہاتھ اُٹھائین
تہذیب کے دائرے مین آئین
سیکھین وہ مطالبِ نو آئین
یورپ مین جو ہو رہے ہین تلقین

تہذیب کے وہ اصولِ نایاب
وہ طرزِ معاشرت کے آداب
وہ گنجِ گرانِ دانش و فن
وہ فلسفۂ جدید بیکن
کپلر کی وہ نکتہ آفرینی
نیوٹن کے مسائلِ یقینی
اُس فیض سے ہم بھی بہرہ ور ہون
ہم بھی اسی کان کے گہر ہون

جوہر جو کمال کے دکھائین
اس بزم مین ہم بھی بار پائین
ہمت کے کھلین جو بالِ پرواز
اُس اوج مین ہم بھی ہون عنان تاز
گو صعب نہین ہین یہ مراحل
ہم کو ہے مگر یہ تازہ مشکل
قائم ہین جو آج درسگاہین
جن پر ہین اُٹھی ہوئی نگاہین
سرکار سے ہے قیام جن کو
حاصل ہے قبولِ عام جن کو
اوروں کی اگرچہ رہنما ہین
اُن کے لیے نسخۂ شفا ہین
جس غم سے مگر تباہ ہین ہم
اُس زخم کے یہ نہین ہین مرہم
اُس درد کی یہ دوا نہین ہین
ناخن یہ گرہ کشا نہین ہین
پیاسے نہین ہم اس ابر و یم کے
درمان یہ نہین ہمارے غم کے
اپنے تو یہ چارہ گر نہین ہین
ہر چند کہ ہین مگر نہین ہین

تعلیم ہی صرف ہو جو مقصود — کافی ہے یہ جس قدر ہے موجود
ادبار کے ہین مگر جو آثار — ہم ایک ہین اور ہزارون آزار
ذلّت سے بھری ہر ایک خو ہے — افلاس ہین سفلہ پن کی بو ہے
آئینِ معاشرت ہین بھی ہم — محتاج ہین تربیت کے اس دم
تہذیبِ خیال بھی ہے درکار — تحصیلِ کمال بھی ہے درکار
مقصود ہے دولتِ یقین بھی — تعلیمِ اصولِ شرع و دین بھی
تکمیلِ طریقِ پاکبازی — ترویجِ شریعتِ حجازی
درسِ لغتِ عرب کم و بیش — اتنی ہے جسے مشکلین ہون درپیش
پھر غیر سے کیا ہو چارہ جوئی؟ — کس کس کا کرے علاج کوئی
تدبیر یہ ہے کہ اب سنبھل کر — ہم آپ کھڑے ہون اپنے بل پر
وابستۂ غیر تھے اگر ہم — اب آپ ہون اپنے چارہ گر ہم
اِس دشت کو طے کرین سراسر — ہم آپ دلیلِ راہ بن کر
قائم ہو باتفاق باہم — اک مدرسۃ العلوم اعظم
جو قوم کا مامن و مقر ہو — درمان ہو طبیبِ چارہ گر ہو
وہ کعبۂ آرزو ہمارا — ہر غم مین ہو چارہ جو ہمارا
آئین و اصولِ فن بتائے — آدابِ معاشرت سکھائے
وہ درس گہ خجستہ انجام — ہو پشت و پناہِ قوم اسلام

ہر عقدۂ آرزو کرے وا — مرکز ہو ہماری حاجتوں کا
سامان روائے غرض ہو — یعنی کہ دوائے ہر مرض ہو
درمان ہو مریض خستہ جان کا — مرہم ہو جراحت نہان کا

مشاطہ را بگو کہ براسباب حسن یار
چیزے فزون کند کہ تماشا بما رسید

والا گہران قوم نے اب — اک مجلسِ تازہ کی مرتب
دیباچۂ نامۂ سعادت — یعنی وہ خزینۃ البضاعت
رائیں ہوئین متفق جو سب کی — اب قوم سے یاوری طلب کی
وہ کشتۂ قوم وہ فدائی — اٹھا لیے کاسۂ گدائی
ایک ایک سے عرض حال کرتا — در در وہ پھرا سوال کرتا
ہر بزم و ہر انجمن مین پہونچا — ہر باغ مین ہر چمن مین پہونچا
کاوش سی غرض تھی کچھ نہ کد سے — ملتا تھا ہر ایک نیک و بد سے
مردانِ خدا پرست سے بھی — رندانِ سیاہ مست سے بھی
ہر زاہد و بادہ خوار سے بھی — ملتا تھا وہ گل سے خار سے بھی
ٹھہرا نہ جو گرم سیر ہو کر — کعبے بھی گیا وہ دیر ہو کر
مطلب تھا جو خوب و زشت سے بھی — گذرا حرم و کنشت سے بھی
پستی سے بلا فلک کی صورت — ذرون مین رہا چمک کی صورت

صوفی۔ عالم۔ رشید۔ و گمراہ
والا گہرانِ صاحب جاہ

دانش طلبانِ نکتہ اندوز
کم حوصلگانِ حیلہ آموز

مطلب کا ہر اک سی تھا طلبگار
ہر خوان سے تھا وہ زلّہ بردار

گذرا وہ ہر ایک رہگذر پر
دی اُس نے صدا ہر ایک در پر

کس بزم مین یہ فغان نہ پہونچی؟
آہ اُس کی کہان کہان نہ پہونچی؟

ہر اک کو یہ ماجرا سنایا
ہر بزم مین اپنا راگ گایا

نالے کیے داغ دل دکھا کر
رو دیا کبھی حال غم سنا کر

کیا کیا نہ مصیبتین اُٹھائین
ہر طرح کی ذلتین اُٹھائین

ناکام رہا صدائین دے کر
دشنام سُنی دعائین دے کر

حنظل پائے شکر کے بدلے!
سنگ اُس کو ملے گُہر کے بدلے!

لعل اُس نے دیے شرار پائے!
گل نذر کیے تو خار پائے!

کیا تلخ ملے جواب اُس کو!
کیا کیا نہ دیے خطاب اُسکو!

برگشتہ کہا کسی نے دین سے!
لعنت کا صلہ ملا کہین سے

خود قوم کو ہو گئی تھی یہ کد
زندیق کہا۔ کسی نے مرتد!

چرچے تھے یہی زغرب تا شرق
وہ اپنی ہی دُھن مین تھا مگر غرق

گو ناوکِ ظلم کا ہدف تھا
وہ شیفتہ پھر بھی سر بکف تھا

منظور تھی قوم کا تھا اعزاز
ذلت پہ بھی اپنی تھا اُسے ناز

دشنام کو وہ دعا ہی سمجھا | وہ درد کو بھی دوا ہی سمجھا
جور اُس نے سہے کرم کے بدلے | لطف اُس نے کیے ستم کے بدلے
ہر چند یہ مشکلیں تھیں درپیش | گو غیر تھے سب یگانہ و خویش
دل کو نہ رہا تھا آسرا بھی | یاروں میں وفا نہ تھی ذرا بھی
بیگانہ عزیز خویش ٹھہرا | سمجھا جسے نوش نیش ٹھہرا
پر زحمتیں گو تھیں ساتھ اُس کے | پر زور تھے پر جو ہاتھ اُس کے
آگے وہ بڑھا۔ ہٹا کے سب کو | طے کر کے رہا رہِ طلب کو
آئے تھے جو سنگِ راہ بن کر | سب اُڑ گئے برگِ کاہ بن کر
ناکام رہے وہ جنکو تھی لاگ | خاشاک سے دب سکی نہ یہ آگ
کی خس نے اگرچہ لاکھ تدبیر | صرصر کا نہ ہو سکا عنان گیر
آتش پہ ٹھہر سکا نہ سیلاب | خاشاک سے رُک سکا نہ سیلاب
باطل کو جو حق نے کر دیا پست | اب نیست نے پائی صورتِ ہست
آہوں نے دکھائی اُس کی تاثیر | کام آئے وہ نالہائے شبگیر
پر درد جو اُس کی داستان تھی | لبریز اثر جو وہ فغان تھی
ٹھنڈے سے ہوئے تھے جو گرم خو بھی | دل تھام کے رہ گئے عدو بھی
ہمت تھی جو شمعِ راہ اُسکی | خالی نہ گئی وہ آہ اُسکی
ہونی تھی کہ قوم کے پھریں دن | نالے نہ رہے اثر کیے بن

آمادہ ہوئے برائے امداد — عالی نشان صاحبِ داد
وہ اوج فزائے شوکت و جاہ — سرکار نظام خلد اللہ
وہ مستندِ عدالت و داد — یعنی وہ رئیسِ مصطفیٰ باد
وہ صاحبِ سیرتِ رضیہ — دستورِ کبیرِ آصفیہ
تھے ملک مین اور بھی جو ذیجاہ — اسلام کے یاور و ہوا خواہ
فیّاضیون کے دکھائے آثار — یا ابرِ کرم ہوا گُہر بار
اُمید نے بھی بزعمِ دشمن — بھر بھر لیے اپنے جیب و دامن
وان بحرِ کرم کو آگیا جوش — یان مطلب و آرزو تھی ہمدوش
پیدا جو ہوا خیالِ غیرت — یہ تھا اثرِ کمالِ غیرت
اِس جوش مین بھر گئے بد و نیک — تھا چور اسی نشے مین ہر ایک
نادار تھا یا کہ اہلِ زر تھا — ہر اک کا یہ مطمحِ نظر تھا
"روشن ہو یہ شمعِ راہِ حاجت — تعمیر ہو قبلہ گاہِ حاجت"
آخر بہزار جاہ و اجلال — طالع ہوا آفتابِ اقبال
روشن ہوئی بزم گاہِ اُمید — نکلا اُفقِ شرف سے خورشید
قائم ہوا یادگارِ ایّام — وہ مدرسۃ العلوم اسلام
بنیاد کی تھی جو دلربا رسم — کس شان سے یہ ہوئی ادا رسم
مجمع تھا جو اہلِ علم و فن کا — کچھ ڈھنگ نیا تھا انجمن کا

کس شوق سے تھے شریکِ صحبت
عالی نشانِ قوم و ملّت

جن کو کہ یہ دھن لگی تھی جی سے
پھولے نہ سماتے تھے خوشی سے

تھا لارڈ لٹن جو صدرِ محفل
فرزانہ و ہوشمند و عاقل

بنیاد کے سنگ اولین کو
رکھا تو کہا کہ اے عزیزو!

گو سرورِ انجمن ہے یورپ
سرچشمۂ علم و فن ہے یورپ

با این ہمہ جاہ و شوکت و فر
ہے اہلِ عرب کا سایہ پرپر

سیکھے ہین اصولِ فن اُنھین سے
لی ہے روشِ سخن اُنھین سے

ہون آج جو مین شریکِ محضر
رکھتا ہون جو اس بنا کا پتھّر

مقصود یہ ہے یہ چاہتا ہون
اس حق سے کسیقدر ادا ہون

خالق سے دعا ہے اب کہ جاوید
روشن رہے یہ چراغِ امید!

ذرہ ہے تو مہرِ آسمان ہو
قطرہ ہے تو بحرِ بیکران ہو!

زشرحِ قصّۂ ما رفتہ خواب از چشمِ خاصان را
شب آخر گشتہ و افسانہ از افسانہ می خیزد

یہ حاصلِ نالہاے شبگیر
یہ قوم کی آرزو کی تصویر

یہ اوج دہِ خیالِ امید
یہ قوم کا نونہالِ امید

صد شکر کہ آج بارور ہے
جو شاخ ہے اُسکی پُرثمر ہے

لایا ہے وہ برگ و بار کیسا!
اعدا کو ہے خارِ خار کیسا!

بخت اُسکا جو آج اوج پر ہے
ہر لحظہ برونق دگر ہے،

یہ اُس کی ترقیون کا ہے طور
کل اور تھا آج ہوگیا اور

پہلے سے بر آب و تاب ہے آج
کل شمع تھا۔ آفتاب ہی آج

اِس چشمۂ فیض سے ہی سیراب
بنگال سے تا حدودِ پنجاب

دانش طلبان قوم اکثر
ہین جمع ہر اک جگہ سے آکر

کس نخل کے یان ثمر نہین ہین
کس کان کے یان گہر نہین ہین

اِس باغ مین کوئی آ کے دیکھے
اِسلام کے ہونہار پودے

ہر چند یہ اوج ہے! یہ شان ہے!
وہ بات مگر ابھی کہان ہے؟

سامان جو اسکے کچھ بہم ہین
ہر چند بہت ہین۔ پھر بھی کم ہین

جس دشت مین فکر ہے عنان تاز
جس اوج پہ ہی ہوس کی پرواز

جو پیشِ نہاد آرزو ہے
جس سمت عنانِ جستجو ہے

جسکے لیے ناصبور ہین ہم
اُس حد سے ہنوز دور ہین ہم

نا طے شدہ منزلِ طلب ہے
اُمید ہنوز تشنہ لب ہے

باقی ہین بہت سے کام ابتک
تعمیر ہے ناتمام ابتک

آتا ہے یہان جو کوئی ممتاز
سنتا ہے یہ بام و در سے آواز

اُے قوم! کہان ہی تو کدھر ہے
کیون حال سے میرے بیخبر ہے

تو۔ اور مری خبر نہ لے۔ قوم!
کس نیند مین سوگئی ہی! اے قوم"

جو لوگ دکھا چکے ہین ہمّت — اُن سے تو نہین ہی کچھ شکایت
افسوس تو اُن پہ ہی - کہ اب بھی — ہین گم شدۂ رہِ ترقی !
جلوے جو دکھا رہا ہے ادبار — اوہام غلط مین ہین گرفتار
اب تک بھی جو بر سرِ کجی ہین — گو اپنے ہین پھر بھی اجنبی ہین
سچ یہ ہے کہ جب ضد آ پڑی ہی — پھر قوم کی ان کو کیا پڑی ہے
گو قوم شکستہ حال ہوجائے — برباد ہو پائمال ہوجائے
افلاس مین ٹھوکرین بھی کھائے — اغیار کے ناز بھی اُٹھائے
پوچھے کوئی بد نہ نیک اُس کو — ٹھکرا کے چلے ہر ایک اُس کو
سہنے ہین پڑے اُسے شب و روز — اغیار کے طعنہائے دلدوز
یاور نہ کوئی ۔ نہ چارہ گر ہو — ہے خوار - تو اور خوار تر ہو
ہر ایک کے دل پہ بار ہوکر — مِٹ جائے ذلیل و خوار ہوکر
یہ سب ہو پر اُنکی ضد بجائے — حق بات کبھی نہ دل مین آئے
گو قوم پہ لاکھ آفتین آئین — ممکن ہے کہ یہ ذرا بدل جائین
جاتے نہین وہم باطل اِنکے — پتھّر سے بنائے ہین دل اِنکے
اتنے جو نہ کج خیال ہوتے — کیون آج شکستہ حال ہوتے؟
سیّد سے اگر ہے بغض لِلّٰہ — وہ خادمِ قوم اگر ہے گمراہ
کچھ آپ ہی انتظام کرتے — اِسلام کو نیک نام کرتے

باتین نہ فقط بنا کے رہتے
اسلام کی دوستی تو یہ تھی
یہ وقت جو آپڑا ہے مشکل
اک عرصہ گہ قبول و رد ہے
یاں حال کھلیگا این و آن کا
اے مدعیانِ حبّ اسلام!
دعوے ہین۔ تو کچھ ہنر دکھاؤ!
دیکھو! رہ جستجو یہی ہے!
اندازِ عرب اگر ہے خو مین!
موقع ہے یہی ہنر دکھاؤ!
کردو جو گذشتہ کی تلافی!
گو دورِ فلک ہوا دگرگون
اسلاف کے وہ اثر ہین اب بھی
اس حال مین بھی روش وہی ہی!
اس جام مین ہی شراب باقی!
گو خوار ہین۔ طرز و خو وہی ہے

جو منھ سے کہا دکھا کے رہتے
ام لفت کی دلیل تھی۔ تو یہ تھی
ہے پردہ کشائے حق و باطل
معیارِ تمیز نیک و بد ہے،
دنگل ہے وفا کے امتحان کا
حُجر دن مین تو اب کرو نہ آرام!
ہمّت سے قدم ذرا بڑھاؤ!
میدان یہی ہے اگو یہی ہے
باقی ہے وہ جوش اگر لہو مین!
جو کہتے تھے، آج کر دکھاؤ!
ثابت ہو زمانے پر کہ اب بھی!
پھر بھی تو رگون مین ہے وہی خون!
اس راکھ مین کچھ شرر ہین اب بھی
دن ڈھل بھی گیا طپش وہی ہے
اب تک ہے گہر مین آب باقی
مُرجھا گئے پھول بو وہی ہے

هٰذا و لقد بلغت اقصاہ،
فاسعوا! و توکلوا علی اللہ!

راقم

سرگذشت عہد گل را ہم ز شبلی[1] می شنو
عندلیب آشفتہ تر گفت ست این افسانہ را

[1] اصل میں یہ شعر نظیری کا ہے ۱۲ منہ

تماشائے عبرت

یعنی وہ

قومی مسدس

جسکو جناب علامہ شبلی نے سرسید کے قومی تھیٹر علیگڈھ مین اپنی پردرد و پرسوز لہجہ مین

آج کی رات یہ کیون جمع ہین احباب بہم — بھیڑ کیا ہے نظر آتا ہے یہ کیا عا
نوجوانانِ ہنر پرور و ارباب ہمم — جوق کے جوق چلے آتے ہین کیے

کچھ سمجھ مین نہین آتا جو یہ سب ٹھٹھے ہین
شاید اس بزم کو یہ بزم طرب سمجھے ہین

ہے گمان ان کو کہ آیا ہے تھیٹر کوئی — یا کہ اس سے بھی تماشا ہے یہ بڑھکر
اِس سبھا مین بھی نظر آئے گا اندر کوئی — مسخرا بن کے بھی آئیگا مقرر ر

نقل وہ ہوگی کہ دیکھی نہ سنی ہوگی کبھی
سیر وہ آج کرین گے کہ نہ کی ہوگی کبھی

کوئی کہتا ہے تھیٹر تو نہین ہے لیکن — ساز و نغمہ بھی نہ ہو ساتھ نہین ہے

تین کاٹی ہین اسی شوق مین تارے گن گن — دیکھین کیا سیر دکھائین یہ بزرگانِ مُسن

کچھ نہ کچھ تازہ کرامات تو ہو گی آخر
بوڑھے غمزون مین کوئی بات تو ہوگی آخر

وستو کیا تمھین سچ مچ تھا تھیٹر کا یقین — کیا یہ سمجھے تھے کہ پردہ کوئی ہوگا رنگین
ظر آئے گی جو سوتی ہوئی اک زہرہ جبین — آئے گا پھول کے لینے کو ارم کا گلچین

قوم کی بزم کو یون کھیل تماشا نہ سمجھے
ہائے گر آپ یہ سمجھے بھی تو بیجا سمجھے

اے افسوس کہ ہو قوم تو یون خستہ و زار — مرض الموت مین جسطرح سے کوئی بیمار
معالج ہو کوئی پاس نہ سر پر غمخوار — نظر آتے ہون دمِ نزع کے سارے آثار

وان تو یہ حال کہ مرنے مین بھی کچھ دیر نہین
آپ ادھر سیر تماشے سے ابھی سیر نہین

دۂ غم ہے یہان نغمۂ عشرت کیسا — ہے یہ عبرت کا سمان جوشِ مسرت کیسا
ہے جنون خیز یہ ہنگامۂ عبرت کیسا — قوم کا حال ہے غفلت کی بدولت کیسا

ہے عجب سیر اگر دیدۂ بینا دیکھے
دیکھنا ہو جسے عبرت کا تماشا دیکھے

ے کیا سین ہے یہ بھی کہ گروہِ شرفا — صاحبِ افسر و اورنگ تھے جن کے آبا
م کے عقدۂ مشکل کے ہین جو عقدہ کشا — ایکٹر بن کے وہ اسٹیج پہ ہین جلوہ نما

قوم کے خوابِ پریشان کی یہ تعبیرین ہین
ایکٹر یہ نہین عبرت کی یہ تصویرین ہین

بانیِ مدرسہ وہ سیّدِ والا گوہر
شبلیِ غمزدہ وہ شاعرِ اعجاز اثر

وہ نینجنگ کمیٹی کے معزز ممبر
اور یہ نوبا وہ اقبال کے سب ابرگ

نہ تکلف کے کچھ انداز نہ کچھ جاہ کی شان
بزم مین آئے ہین اس حال سے اللہ کی شان

اپنے رتبون کا نہ کچھ دھیان نہ کچھ وضع کا پاس
گرچہ سب کہتی ہین حاصل نہین کچھ بھی جز یاس

دوستون سے نہ جھجک اور نہ دشمن سے ہراس
ہائے کیا دُھن ہے کہ پھر بھی تو نہین ٹوٹتی آس

عرض مطلب کی ہے تصویر سراپا اُنکا
ہاتھ خود کاسۂ دریوزہ ہے گویا اُنکا

اُن کا ہر لفظ ہے اک مرثیۂ جان فرسا
دیکھ اے قوم جو اب تک ہو نہ تو نے دیکھا

قوم کی شان دکھا دیتی ہے ایک ایک ا
اپنے بگڑے ہوے انداز کا پورا خا

گرچہ تدبیر بھی ہم سے نہین کچھ کی جاتی
ہائے حالت بھی تو تیری نہین دیکھی جاتی

یون بھلانے کو تو ہم دل سی بھلاتے ہین مگر
وہ بھی اک دن تھا کہ جس سمت سے ہوتا تھا گزر

یاد آجاتے ہین پھر بھی ترے اگلے جو
ساتھ چلتے تھے جلو مین ترے اقبال و ظ

تو کبھی روم مین قیصر کو مٹا کر آئی

کبھی یورپ مین نئے فتنے اُٹھا کر آئی

ے نقیبون مین ترے دولت و اقبال و حشم
شیا کا جو کیا تو نے مرقع برہم
تیرے حملون سے دہل جاتا تھا سارا عالم
جا کے یورپ کے افق پر بھی اُڑایا پرچم

کر دیا دفترِ تاتار کو ابتر تو نے
نیزہ گاڑا تھا جگر گاہِ تتر پر تو نے

ن تھا جسنے کیا فارس و یونان تاراج
لکو کسریٰ نے دیا تخت و زر و افسر و تاج
کس کی آمد مین فدا کر دیا جیپال نے راج
کس کے دربار مین تاتار سے آتا تھا خراج

تجھپہ اے قوم اثر کرتا ہے افسون جن کا
یہ وہی تھے کہ رگون مین ہے تری خون جنکا

م نے مانا بھی کہ دل سے یہ بُھلا دین قصے
بھی منظور ہے ہم کو کہ ہمارے بچے
یہ سمجھ لین کہ ہم ایسے ہی تھے اب ہین جیسے
دیکھنے پائین نہ تاریخ عرب کے صفحے

کبھی بھولے بھی سلف کو نہ کرین یاد اگر
یادگارون کو زمانہ سے مٹا دین کیونکر

ر و شیراز و صفاہان کے وہ زیبا منظر
مصر و غرناطہ و بغداد کا ایک ایک پتھر
بیت حمرا کے وہ ایوان وہ دیوار وہ در
اور وہ دہلی مرحوم کے بوسیدہ کھنڈر

اُنکے ذرّون مین چمکتے ہین وہ جوہر ابتک
داستانین اُنھین سب یاد ہین از بر ابتک

اُن سے سن لے کوئی افسانۂ یارانِ وطن
یہ دکھا دیتی ہین آنکھونکو وہی خواب کہن
تیرے ہی نام کا اے قوم یہ گاتے ہین بھجن
تیرے ہی نغمۂ پُردرد کے ہین یہ ارگن

پوچھتا ہے جو کوئی اُن سے نشانی تیری
یہ سُنا دیتے ہین سب رام کہانی تیری

قصیدۂ اُردو

محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس سنہ ۱۹۰۳ء مین پڑھا گیا

سجا ہے آج گر اس بزم مین یہ زیب و سامان ہین
یہ اُن کی بزم ہے جو یادگارِ نسلِ عدنان ہین

خلیل اللہ سے مہمان نوازی جنکو پہونچی ہی
ہزارون کوس سے آ آکے وہ اس گھر مین مہمان ہین

فقط اک جذبۂ قومی انہین وان کھینچ لایا ہے
جہان زورِ حکومت ہے نہ حاجب ہین نہ دربان ہین

ہماری خدمتون کا وہ اٹھانے آئے ہین احسان
کہ اسلامی جماعت پر ہزارون جنکے احسان ہین

ہنر مین، علم مین، اخلاق مین، مجد اور شرافت مین
یہی وہ صورتین ہین جن پہ ہم تم آج نازان ہین

خدا نے انکو بخشی ہے حکومت اور سطوت بھی
کہ جسمِ سلطنت کے یہ جوارح اور ارکان ہین

مگر انکو کسی عزت پہ نازش ہے تو اسپر ہے
کہ یہ اسلام کے ہین نام لیوا اور مسلمان ہین

نہ عہدونکا تفاوت ہے نہ کچھ فرقِ مراتب ہے
یہان جس سادگی سے یہ شریکِ بزمِ اخوان ہین

معمّر بھی ہین انمین نوجوان بھی اور کم سن بھی
مگر شانِ اخوت مین مدارج سب کے یکسان ہین

بھی وہ ہین جنمین ہے اسلاف کا ابتک اثر باقی   یہ وہ ہین جنمین جوہر نسل عدنانی کی نہان ہین
کبھی کے بازوؤن مین زور تھا کشورستانی کا   انہی کی یادگارین جا بجا ابتک نمایان ہین
یہ وہ ہین جان و دل سے جو فدائے قوم و ملت ہین   یہ وہ ہین نام پر اسلام کے جو دل سے قربان ہین
کہ ہوگا ایک بھی دل۔ درد قومی سے جو خالی ہو   بظاہر گرچہ سب مسرور ہین خرم ہین شادان ہین
نہین احساس ہے آئین و ملت کی تباہی کا   یہ واقف ہین کہ بیڑی قوم کے اغرق طوفان ہین
نہین معلوم ہے جس تاک مین ہے گردش گردون   انہین محسوس ہے جس گھات مین ایام دوران ہین

خبر ہے انکو جس آزار مین چھوٹا بڑا ہے اب
یہ واقف ہین کہ پہلے قوم کیا تھی اور کیا ہے اب

علاج اپنا ہم ابتک تو سمجھتے تھے کہ آسان ہے   اگر وہ درد نکلا جسکو ہم سمجھے تھے درمان ہے
دوا سو بار جب اپنا اثر الٹا ہی دکھلائے   تو بس سمجھو کہ اب بیمار کوئی دم کا مہمان ہے
جو سچ پوچھو تو ہے اسلامیون کی اب یہی حالت   مرض دونا بڑھا دیتی ہے خود وہ شے جو درمان ہے
سلف کا تذکرہ جو ہمت و غیرت کا ہے افسون   ہمارے حق مین وہ سرمایہ خواب پریشان ہے
یہ افسانے بڑھاتے ہین ہماری نیند کی شدت   یہ افسون حق مین اپنے اور مدہوشی کا سامان ہے
ہمین احساس تک ہوتا نہین اپنی تباہی کا   کہ سنتے ہیش نظر اسلاف کی وہ شوکت و شان ہے
ہماری کلفتین سب دور ہو جاتی ہین یہ سنکر   کہ دنیا آج تک اسلام کی ممنون احسان ہے
مزے لیتی ہین پہرون تک کسی سے جب یہ سنتی ہین   کہ یورپ دولت عباس کا ابتک ثنا خوان ہے
نہین رہنے کو بان گھر تک اگرچہ یہ رہتی ہین   کہ ابتک قصر حمرا قبلہ گاہ رہ نوردان ہے

ہین خود ان پڑھ مگر اس زعم مین اترائے پھرتے ہین — کہ دنیا مین ہمین سے زندہ ابتک نام یونان ہے
نظر آتے ہین ہمکو عیب اپنے خوبیان بنکر — ہم اپنے جہل کو بھی یہ سمجھتے ہین کہ عرفان ہے
بسر ہوتی ہے گر اوقات فیاضی پہ غیرون کی — تو سمجھے ہین کہ بس زہد اور توکل کی یہی شان ہے
حمیت اور خودداری نہین ہی گر طبیعت مین — تو اچھا ہے کہ مسکینی تو اول شرطِ ایمان ہے
طبیعت مین اگر ہین فتنہ پردازی کی کچھ جوہر — تو دعوی ہے کہ تدبیر اور سیاست فیضِ انسان ہے

وہ قوم اور وہ جماعت جسمین یہ اخلاق محکم ہین
بلائین ایسے جو آئین وہ کم ہین اور بہت کم ہین

یہ جو کچھ سن چکے ہو قوم کی تم حالتِ ابتر — نہ سمجھو یہ کہ ہے اس داستان کا خاتمہ اسپر
ہماری سب سے بڑھکر بدنصیبی جو ہے وہ یہ ہے — کہ بے پروا ہین وہ بھی قوم کے جو آج ہین لیڈر
گیا وہ وقت ہمکو ناصحون کی جب ضرورت تھی — فلک نے کر دیا اک اک کو آپ اپنا نصیحت گر
گیا وہ وقت جب تھا بس اسی کا نام ہمدردی — کہ دو آنسو بہا لین قوم کی درماندہ حالت پر
گئے وہ دن کہ ہم محتاج تھے عبرت دلانیکے — ہمارا حال خود عبرت فزا ہے آج سر تا سر
ضرورت اب ہے گر ہمکو تو بس ہی اون بزرگونکی — کہ جنہین خیر سے کچھ کر دکھانیکے بھی ہون جوہر
فقط باتین نہون کچھ کام بھی بن آئے ہاتھ سے — نہین جو کچھ وہ منھ سے کر دکھائین اس سے کچھ بڑھکر
ہین کرنیکو بس اک کر دیا جنت کا سامان ہین — یہ قومی مرثیے یہ وعظ یہ اسپیچ یہ لکچر
طلب اور سعی سے کچھ کام بن آئے تو بن آئے — فصاحت اور بلاغت کا بس اب چلتا نہین منتر
تمھین جو کام ہین درپیش گو مشکل سے مشکل ہین — اگر کرنے پہ آجاؤ تو آسان سے ہین آسان تر

ابھی تک تم مین ہی اسلاف کا کچھ کچھ اثر باقی
شرر گو بجھ چکے پر گرم ہے ابتک وہ خاکستر

ابھی کچھ کچھ مہک باقی ہی ان مرجھائے پھولون مین
ابھی کچھ کاٹ ہی اس تیغ مین گو مٹ چکے جوہر

کبھی جس بات کی یا نقص جو تم مین ہی وہ یہ ہے
کہ تم ان قوتون کو صرف بیجا کرتے ہو اکثر

وہی فیاضیان تم مین ہین جو تھین معن و حاتم مین
مگر بیہودہ رسمون کے لیے وہ وقف ہین یکسر

کچھ اس سے کم ہوا تھا صرف تجہیز اسامہ مین
لٹا دیتے ہو تقریبون مین جتنا تم زر و زیور

فقط آپس کے جھگڑون مین تم اس سے کام لیتے ہو
وہ جودت اور ذہانت جسمین اب بھی تم ہو نام آور

سنبھلنا اب بھی گر چاہو تو ہی وقت اور ضرورت بھی
وگرنہ پھر نہین رہنے کی جو کچھ ہے یہ حالت بھی

در تہنیت شادی کدخدائی آنریبل جسٹس سید محمود (مرحوم)

پھر ہوا باد بہاری کا جو عالم مین عمل،
چھا لیا سبزۂ نوخیز نے سب دشت و جبل

ناز سے سوی چمن جاتی ہے پھر باد بہار
جھومتے آتے ہین پھر صحن چمن مین بادل

سمت قبلہ سے جو اٹھتی ہین گھٹائین ہر بار
کہتی ہین توبۂ زاہد سے کہ اب کی تو سنبھل

نو عروسان چمن کے ہین نرالے انداز
کہ صبا گود مین لیتی ہی تو جاتے ہین مچل

کچھ عجب شان سے تنتی ہین جوانان چمن
صحن گلزار ہے یا عیش و طرب کا دنگل

جھومتی چلتی ہے بیخود روشون پر جو نسیم
غنچے کہتے ہین چٹک کر کہ سنبھل دیکھ سنبھل

اے صبا باغ مین آنا تو دبے پاؤن ذرا
نیند مین سبزۂ خوابیدہ کے آئے نہ خلل

بوئے خوش سے یہ نسیم سحری کہتی ہے
حجرۂ غنچہ مین کیا کرتی ہے آ سیر کو چل

اوجِ اقبال تو دیکھو کہ سلیمان کی طرح — سیر کرتے ہوئے پھرتے ہین ہوا پر بادل
مژدہ اے بادہ کشو! اب تمھین ڈر کس کا ہی — ابر کا عالمِ بالا پہ بھی ہے اب تو عمل

ہان وہان بزم بیار اے دبہ پیمائے قدم — ہان وہان زمزمہ ای سنج وبفرمائے غزل
بادہ بر فرخی شادی محمود بہ نوش — آن کہ نورِ انجمن فضل بود صدرِ اجلّ
آنکہ پیدا از رخش معنی سرّ لا بیہ — آن کہ مضمر بہ دلش سیرتِ اسلاف اوّل
چون بہ غیبت نتوان شرح تمنا گفتن — سخن اکنون بہ خطابِ تو توان کرد بدل

قوم کو ناز ہے اے سیّدِ والا تجھ پر — جمع اسلام کو ہے آج تری ذات پہ بل
تیرے اسلاف کے موجود ہین جوہر تجھ مین — وہی ہمت وہی اخلاق وہی طرزِ عمل
ہین تری نکتہ شناسی کے سراپا شاہد — فیصلے صدر مین تونے جو لکھے قلّ ودلّ
اک جہان مان گیا زورِ قلم کو تیرے — شرع کے معنی پیچیدہ کئے تونے جو حل
آج ہم سب کی امیدون کا جو مرکز ہی تو — تو بھی اس راہ مین اسلاف کی رفتار پہ چل
باپ کی طرح سے تو قوم کا بن پشت و پناہ — جانشینی کے لیے کون ہے تجھ سے افضل
ایک عالم کو مسلّم ہے ترا فضل وکمال — پھر نہ مانے کوئی حاسد تو جنون کا ہی خلل
قوم کی چارہ نوازی بھی ہے تجھ پر لازم — تجھکو خالق نے بنایا ہے جو مسعودِ ازل
مدح مقصود نہین جوشِ محبت ہے یہ — مین نہین وہ کہ لکھون مدحتِ اربابِ دول
تجھکو خود حسنِ طبیعت پہ ہے اپنے وہ غرور — کہ لکھون مدح تو اپنا ہی لکھون علم وعمل
مین بھی ہون عنصریِ وقت جو محمود ہی تو — مین بھی ہون نازِ سلف تو ہی اگر فخرِ اول

جدید نظمین

مذہبی و اخلاقی

ہجرت نبوی صلعم

جبکہ آمادۂ خون ہو گئے کفارِ قریش
کوئی نوکر تھا، نہ خادم، نہ برادر، نہ عزیز
اک فقط حضرتِ بوبکرؓ تھے ہمراہِ رکاب
رات بھر چلتے تھے دن کو کہین چھپ رہتے تھے
چونکہ سو اونٹ کا انعام تھا قاتل کے لیے
انہی لوگون مین سراقہ خلفِ جعشم تھے
تین دن رات رہے ثور کے غار مین نہان
بیمِ جان، خوفِ عدو، ترکِ غذا، سختیِ راہ
ان مدینے مین ہوا غل کہ رسول آتے ہین

لاجرم سرورِ عالم نے کیا عزمِ سفر
گھر سے نکلے بھی تو اس شان سے نکلے سرور
اُنکی اخلاص شعاری تھی جو منظورِ نظر
کہ کہین دیکھ نہ پائے کوئی آمادۂ شر
آپ کے قتل کو نکلے تھے بہت طالبِ زر
جنکو فاروقؓ نے کسریٰ کے پہنائے تھے گہر
تھا جہان عقرب و افعی کی حکومت کا اثر
ان مصائب مین ہوئی اب شبِ ہجرت کی سحر
راہ مین آنکھ بچھانے لگے اربابِ نظر

لڑکیان گانے لگین ذوق مین آکر اشعار — نغمہ ہاے "طلع البدر" سے گونج اُٹھے گھر
مان کی آغوش مین بچے بھی مچل جانے لگے — نازنینانِ حرم بھی نکل آئین باہر
آلِ نجار چلے شہر سے ہوکر تیار — زرہ و جوشن و چہار آئینہ و تیغ و سپر
دفعتہً کوکبہ شاہِ رسل آپہونچا — غُل ہوا صلِ علےٰ خیرِ اناسِ و بشر
جلوۂ طلعتِ اقدس جو ہوا عکس فگن — دفعتاً تار شعاعی تھا ہر اک تارِ نظر
طور پر حضرتِ موسیٰ کی صدا آتی تھی — آج ایک اور جھلک سی مجھے آتی ہے نظر
سب کو تھی فکر کہ دیکھین یہ شرف کسکو ملے — میہمان ہوتے ہین کس اوج نشین کے سرور
سینے کہتے تھے کہ خلوتگہِ دل حاضر ہے — آنکھین کہتی تھین کہ وا اور بھی تیار ہین گھر
ہان مبارک کرے اے خاکِ حریمِ نبوی — آج سے تو بھی ہوئی خاکِ حرم کی ہمسر

صلِّ یارب علیٰ خیرِ نبیٔ و رسول
صلِّ یارب علیٰ افضلِ جن و بشر

تعمیر مسجد نبوی صلعم

ہجرت کے بعد آپ نے پہلا کیا جو کام — تعمیرِ سجدہ گاہِ خداے انام تھا
اک قطعۂ زمین تھا کہ اس کام کے لیے — واقع مین ہر لحاظ سے موزون مقام تھا
وہ قطعۂ زمین تھا یتیمون کی مِلک خاص — ہر چند قبرگاہ و گزرگاہِ عام تھا

چاہا حضور نے کہ بہ قیمت خرید لین | اُن کے مربیّون سے کہا جو پیام تھا

ایتام نے حضور مین آکر یہ عرض کی | یہ چیز ہی ہے کیا کہ جو یہ اہتمام تھا
یہ ہدیۂ حقیر پذیرا کرین حضور! | اللہ اس زمین کا یہ احترام تھا

لیکن حضور نے نہ گوارا کیا اِسے | منت کشی سے آپ کو پرہیزِ تام تھا
احسان اور وہ بھی یتیمانِ زار کا | بالکل خلاف طبع رسولِ انام تھا
بارہ ہزار سکۂ رائج عطا کیے | یہ تھا وہ خُلق جس سے مخالف بھی رام تھا
سامان جو ضرور ہین تعمیر کے لیے | اب ان کی فکر مشغلۂ صبح و شام تھا
مزدور کی تلاش بھی تھی سنگ و گِل کی بھی | ازبسکہ جلد بننے کا خاص اہتمام تھا
انصارِ پاک اور مہاجر تھے جس قدر | مزدور بن گئے کہ خدا کا یہ کام تھا

اک اور نفس پاک بھی ان سبکا تھا شریک | جو آب و گِل کے شغل مین بھی شاد کام تھا
کندھون پہ اپنے لاد کے لاتا تھا سنگ و خشت | سینہ غُبارِ خاک سے سب گرد فام تھا
سمجھے کچھ آپ، کون تھا، انکا شریکِ حال | یہ خود وجودِ پاکِ رسولِ انام تھا
جو وجہ آفرینشِ افلاک و عرش ہے | جسکا کہ جبرئیل بھی ادنے غلام تھا
صلّو علے النبی و اصحابہ الکرام | اِس نظمِ مختصر کا یہ مسک اختام تھا

ایک خاتون کی آزادانہ گستاخی

اور

رسول اللہ صلعم کا حلم اور عفو

ہند تھی پردہ نشینِ حرمِ بوسفیان
لقبِ ہند جگر خوار سے جو ہے مشہور

بارگاہِ نبوی میں وہ ہوئی جب حاضر
اِس ارادے سے کہ ہو داخلِ اربابِ حضور

عرض کی خدمتِ اقدس میں کہ اے ختمِ رسل
دینِ اسلام ہے مجھکو بہ دل وجان منظور

آپ ہم پردہ نشینوں سے جو بیعت لیں گے
کون سے کام ہیں جنکا کہ برتنا ہے ضرور

آپ نے لطف و عنایت سے یہ ارشاد کیا
پہلی یہ بات کہ ہو شائبۂ شرک سے دور

دوسری یہ کہ نبوت کا ہے لازم اقرار
بولی ان باتوں سے انکار نہیں مجھ کو حضور

پھر یہ ارشاد ہوا منع ہے اولاد کا قتل
اِس شقاوت سے ہر اک شخص کو بچنا ہے ضرور

عرض کی اس نے کہ اے شمعِ شبستانِ رسل
یہ وہ موقع ہے کہ عاجز ہے یہاں فہم و شعور

میں نے اولاد کو پالا تھا بڑی محنت سے
میں اُنھیں آنکھ میں رکھتی تھی کہ تھے آنکھ کا نور

اور یہ ہیں قتل اُنھیں حضرتِ والا نے کیا
ہم سے کیا عہد اب اس بات کا لیتے ہیں حضور

گرچہ یہ سوءِ ادب تھا غلطی پہ مبنی
گرچہ یہ بات تھی خود شیوۂ انصاف سے دور

لیکن اولاد نے خود جنگ میں کی تھی سبقت
لڑتے مارا کوئی جائے تو یہ کس کا ہے قصور

لیکن آزادیِ افکار تھی از بسکہ پسند
آپ نے فرطِ کرم سے اُسے رکھا معذور

اہل بیتِ رسول صلعم کی زندگی

(علامہ شبلی مرحوم کی آخری نظم)

افلاس سے تھا سیدۂ پاک کا یہ حال — گھر میں کوئی کنیز نہ کوئی غلام تھا!
گھس گھس گئی تھیں ہاتھ کی دونوں ہتھیلیاں — چکی کے پیسنے کا جو دن رات کام تھا
سینہ پہ مشک بھر کے جو لاتی تھیں بار بار — گو نور سے بھرا تھا مگر نیل فام تھا
اٹ جاتا تھا لباسِ مبارک غبار سے — جھاڑو کا مشغلہ بھی جو ہر صبح و شام تھا
آخر گئیں جنابِ رسولِ خدا کے پاس — یہ بھی کچھ اتفاق کہ واں اذنِ عام تھا
محرم نہ تھے جو لوگ تو کچھ کر سکیں نہ عرض — واپس گئیں کہ پاس حیا کا مقام تھا
پھر جب گئیں دوبارہ تو پوچھا حضور نے — کل کس لیے تم آئی تھیں کیا خاص کام تھا
غیرت یہ تھی کہ اب بھی نہ کچھ منہ سے کہہ سکیں — حیدر نے اُن کے منہ سے کہا جو پیام تھا
ارشاد یہ ہوا کہ غریبانِ بے وطن — جن کا کہ صفۂ نبوی میں قیام تھا!
میں اُن کے بندوبست سے فارغ نہیں ہنوز — ہر چند اِس میں خاص مجھے اہتمام تھا
جو جو مصیبتیں کہ اب ان پر گذرتی ہیں — میں اُن کا ذمہ دار ہوں میرا یہ کام تھا
کچھ تم سے بھی زیادہ مقدم ہے ان کا حق — جن کو کہ بھوک پیاس سے سونا حرام تھا

خاموش ہو کے سیدۂ پاک رہ گئیں | جرأت نہ کر سکیں کہ ادب کا مقام تھا

یوں کی ہے اہلِ بیتِ مطہر نے زندگی
یہ ماجرائے دخترِ خیرالانام تھا

ایثار کی اعلیٰ ترین نظیر

کافروں نے یہ کیا جنگِ اُحد میں مشہور | کہ پیمبر بھی ہوئے کشتۂ شمشیرِ دودم
ہوگئے مشہور مدینہ میں جو پہونچی یہ خبر | ہر گلی کوچہ تھا ماتم کدۂ حسرت و غم
ہو کے بیتاب گھروں سے نکل آئے باہر | کودک و پیر و جوان و خدم و خیل و حشم
وہ بھی نکلیں کہ جو تھیں پردہ نشینانِ عفاف | جتنی تھیں سیدۂ پاک بھی با دیدۂ نم
ایک خاتون کہ انصارِ نکونام سے تھیں | سخت مضطر تھیں نہ تھے ہوش و حواس انکے بہم
موقعِ جنگ پہ پہونچیں تو یہ لوگوں نی کہا | کیا کہیں تجھ سے کہ کہتے ہوئے شرماتے ہیں ہم
تیرے بھائی نے لڑائی میں شہادت پائی | تیرے والد بھی ہوئے کشتۂ شمشیرِ ستم
سب سے بڑھکر یہ کہ شوہر بھی ہوا تیرا شہید | گھر کا گھر صاف ہوا، ٹوٹ پڑا کوہِ الم

اُس عفیفہ نے یہ سب سُن کے کہا تو یہ کہا | یہ تو بتلاؤ کہ کیسے ہیں شہنشاہِ امم
سب نے دی اُسکو بشارت کہ سلامت ہیں حضور | گرچہ زخمی ہیں سر و سینہ و پہلو و شکم

بڑھ کے اُس نے رُخِ اقدس کو جو دیکھا تو کہا　　تو سلامت ہے تو پھر ہیچ ہے سب رنج و الم

میں بھی اور باپ بھی شوہر بھی برادر بھی فدا
اے شہِ دین ترے ہوتے ہوئے کیا چیز ہیں ہم

مساواتِ اسلام

بدر میں معرکہ آرا جو ہوا لشکرِ کُفر　　عتبہ ابن ربیعہ تھا امیر العسکر
سب سے پہلے وہی میدان میں بڑھا تیغ بکف　　ساتھ اک بھائی تھا اور بھائی کے پہلو میں پسر
اِس طرح اُس نے مبارزطلبی کی پہلے　　فردِ میدان کوئی تم میں ہو تو نکلے باہر
سُن کے یہ لشکرِ اسلام سے نکلے پیہم　　تین جانباز کہ ایک ایک تھا اسکا ہمسر
سامنے آئے جو یہ لوگ تو عتبہ نے کہا　　کس قبیلے سے ہو کیا ہے نسبِ جدّ و پدر
بولے ہم وہ ہیں کہ ہے نام ہمارا انصار　　ہم میں شیدائیِ اسلام ہے ہر فردِ بشر
جان نثارانِ رسولِ عربی ہیں ہم لوگ　　اک اشارہ ہو تو ہم کاٹ کے رکھدیتے ہیں سر
بولا عتبہ کہ بجا کہتے ہو جو کہتے ہو　　مگر افسوس کہ مغرور ہے اولادِ مضر
تم سے لڑنا تو ہمارے لیے ہی مایۂ عار　　کہ نہیں تیغِ قریشی کے سزاوار یہ سر

کہہ کے یہ اُس نے کیا سرورِ عالم سے خطاب　　ای محمدؐ یہ نہیں شیوۂ اربابِ ہنر

جنگ ناجنس سے معذور ہیں ہم آلِ قریش — بھیج انکو جو ہوں رتبہ میں ہمارے ہمسر
آپ کے حکم سے انصار پھر آئے صف میں — حمزہؓ و حیدرِ کرّار نے لی تیغ و سپر
اُن سے عتبہ نے جو پوچھا نسب و نام و نشان — بولے یہ لوگ کہ ہاشم کے ہیں ہم لختِ جگر
بولا عتبہ کہ نہیں جنگ سے اب ہم کو گریز — آؤ اب تیغ قریشی کے دکھائیں جو ہنر
یا یہ حالت تھی کہ تلوار بھی تھی طالبِ کفو — یا مساوات کا اسلام کے پھیلا یہ اثر

بارگاہِ نبوی کے جو مؤذن تھے بلال(رضؓ) — کرچکے تھے جو غلامی میں کئی سال بسر
جب یہ چاہا کہ کریں عقد مدینہ میں کہیں — جاکے انصار و مہاجر سے کہا یہ کھل کر
میں غلام حبشی اور حبشی زادہ بھی ہوں — یہ بھی سن لو کہ مرے پاس نہیں دولت و زر
ان فضائل پہ مجھے خواہش تزویج بھی ہے — ہے کوئی جسکو نہ ہو میری قرابت سے حذر
گردنیں جھک کے یہ کہتی تھیں کہ "دل سے منظور" — جسطرف اُس حبشی زادہ کی اُٹھتی تھی نظر!!

عہدِ فاروق میں جسدن کہ ہوئی انکی وفات — یہ کہا حضرتِ فاروقؓ نے با دیدۂ تر!!

اُٹھ گیا آج زمانے سے ہمارا آقا
اُٹھ گیا آج نقیبِ حشمِ پیغمبر!!

خلافتِ فاروقی کا ایک واقعہ

عام الرّمادہ کہتے ہین جسکو عرب مین لوگ
عہدِ خلافتِ عمرؓ کا وہ سال تھا!

اس سال قحط عام تھا ایسا کہ ملک مین
لوگون کو بھوک پیاس سے جینا محال تھا

پانی کی ایک بوند نہ ٹپکی تھی ابر سے
ہر خاص و عام سخت پراگندہ حال تھا

اعراب کی بسر حشراتِ زمین پہ تھی
سب اُٹھ گیا جو فرقِ حرام و حلال تھا

تشویش سب سے بڑھکے جناب عمرؓ کو تھی
ہردم اِسی کی فکر اسی کا خیال تھا

تدبیر لاکھ کی تھی مگر رُک سکا نہ قحط
گو انتظامِ ملک مین ان کو کمال تھا

معمول تھا جناب عمرؓ کا کہ متصل
کرتے تھے گشت رات کو سونا محال تھا

اِک دن کا واقعہ ہے کہ پہونچے جو دشت مین
کوسون تلک زمین پہ خیمون کا جال تھا

بچے کئی تھے ایک ضعیفہ کی گود مین
جنمین کوئی بڑا تھا کوئی خرد سال تھا

دیکھا جو اُس کو یہ، کہ پکاتی ہے کوئی چیز
جاتا رہا جو طبع حزین مین ملال تھا

سمجھے، کہ اب وہ ملک کیحالت نہین رہی
کم ہو چلا ہے، قحط کا جو اشتعال تھا

پوچھا خود اس سے جاکے تو رونے لگی "کہ آہ
کیا آپ کو غذا کا بھی یان احتمال تھا

بچے یہ تین دن سے تڑپتے ہین خاک پر
مین کیا کہون زبان سے اِنکا جو حال تھا

مجبور ہو کے انکے بہلنے کے واسطے
پانی چڑھا دیا ہے یہ اُسکا اُبال تھا

ان سے یہ کہدیا ہے کہ اب مطمئن رہو — کھانا یہ پک رہا ہے، اِسی کا خیال تھا
بے اختیار رونے لگے حضرتِ عمرؓ — بولے کہ یہ مرے ہی کیے کا وبال تھا
جو کچھ کہ ہے یہ سب ہے مری شامتِ عمل — ازبس گناہگار مرا بال بال تھا!
بازار جاکے لائے سب اسباب آب و نان — جو زخم قحط کا سببِ اندمال تھا
چولھے کے پاس بیٹھ کے خود پھونکتے تھے آگ — چہرہ تمام آگ کی گرمی سے لال تھا
بچوں نے پیٹ بھر کے جو کھایا تو کھل اُٹھے — ایک ایک اب تو فرطِ خوشی سے نہال تھا
تھی وہ زنِ ضعیف سراپا زبانِ شکر — یاں حضرتِ عمرؓ کو وہی انفعال تھا

عہدہ عمرؓ کو یہ جو ملا تجھ سے چھین کر
جو کچھ گزر رہا ہے یہ اُسکا وبال تھا

عدلِ فاروقی کا ایک نمونہ

ایک دن حضرتِ فاروق نے منبر پہ کہا — "میں تمھیں حکم جو کچھ دوں تو کروگے منظور"
ایک نے اُٹھ کے کہا یہ کہ "نہ مانیں گے کبھی — کہ ترے عدل میں ہمکو نظر آتا ہے فتور
چادریں مالِ غنیمت میں جو اب کے آئیں — صحنِ مسجد میں وہ تقسیم ہوئیں سب کے حضور
اُن میں ہر ایک کے حصہ میں فقط ایک آئی — تھا تمھارا بھی وہی حق کہ یہی ہے دستور
اب جو یہ جسم پہ تیرے نظر آتا ہے لباس — یہ اُسی لوٹ کی چادر سے بنا ہوگا ضرور

مختصر تھی وہ ردا اور ترا قد ہے دراز
ایک چادر مین ترا جسم نہ ہوگا مستور
اپنے حصہ سے زیادہ جو لیا تونے، تو اب
تو خلافت کے نہ قابل ہے نہ ہم ہین مامور"

گرچہ وہ حدِّ مناسب سے بڑھا جاتا تھا
سب کے سب مُہر بہ لب تھے چہ اناث وچہ ذکور
روک دے کوئی کسی کو یہ نہ رکھتا تھا مجال
نشۂ عدل و مساوات سے تھے سب مخمور

اپنے فرزند سے فاروق معظمؓ نے کہا
"تم کو ہے حالتِ اصلی کی حقیقت پہ عبور
تمھین دے سکتے ہو اسکا مری جانب سے جواب
کہ نہ پکڑے مجھے محشر مین مرا ربّ غفور"

بولے یہ ابن عمرؓ سب سے مخاطب ہوکر
"انھین کچھ والدِ ماجد کا نہین جرم و قصور
ایک چادر مین جو پورا نہوا اُن کا لباس
کر سکی اِس کو گوارا نہ مری طبعِ غیور
اپنے حصہ کی بھی مین نے انھین چادر دیدی
واقعہ کی یہ حقیقت ہے، کہ جو تھی مستور"

نکتہ چین نے یہ کہا اُٹھ کے کہ "ہان اے فاروقؓ
حکم دے ہم کو، کہ اب ہم اسے مانین گے ضرور"

اظہار و قبولِ حق

وارثِ عدل پیمبر عمر رضا ابن الخطاب
مجمعِ عام مین لوگون سے اُنھون نے یہ کہا
جسقدر تم کو ہو مقدور دہن تک باندھو
ایک بڑھیانے وہین ٹوک کے فوراً یہ کہا
صاف قرآن مین قنطار کا لفظ آیا ہے
لاکھ تک بھی ہو تو کہہ سکتے ہین اُسکو قنطار

ہیچ تھی جن کے لیے منزلتِ تاجِ وسریر
"مہر باندھو نہ زیادہ کہ ہے یہ بھی تبذیر
حکم یہ عام ہے سب کو امرا ہون کہ فقیر"
"تجھ کو کیا حق ہے جو تو کرتا ہے ایسی تقریر
تجھ کو کیا حق ہے کہ اس لفظ کی کرے تغییر؟
تھا یہ اک وزن کہ اس وزن کی یہ ہی تعبیر"

سرنگون ہو کے کہا حضرت فاروق رضنے "آہ!
مین نہ تھا اِس سے جو واقف تو یہ میری تقصیر!"

جرأتِ صداقت

مدتون حضرتِ (عباس) بھی تھے شاملِ کفر
(بدر) مین آکے لڑے اور گرفتار ہوئے
قیدیون کے لیے جو گھر کہ ہوا تھا تیار

کم سے کم یہ کہ رسالت پہ نہ تھا اُن کو یقین
بسکہ تقدیر مین تھی خانۂ زندان کی زمین
اتفاقات سے تھا خانۂ مسجد کے قرین

رات کو حضرت عباسؓ کراہے اکثر — قید کرتے ہوئے لوگوں نے جو مشکیں تھیں کسیں
دیر تک سرورِ عالم کو رہی بے خوابی — کروٹیں لیتے تھے اور نیند نہ آتی تھی قرین
وجہ پوچھی جو صحابہ نے، تو یہ فرمایا — "آتی ہے کان میں عباسؓ کی آوازِ حزیں"
جب سنا یہ تو وہیں کھول دیے ہاتھ اُنکے — چین سے حضرتِ عباسؓ نے راتیں کاٹیں
تھا اِنہی حضرتِ عباسؓ کا پوتا منصور — جو کہ ایوانِ خلافت میں ہوا تخت نشین
ایک دن حکم دیا اُس نے کہ "اولادِ رسولؐ — ایک جا جمع کیے جائیں، جو ملجائیں کہیں"
پھر دیا حکم کہ "اِن سب کو بٹھا کر زنجیر — کہدو اِن سے کہ بنیں خانۂ زنداں کے مکین"

ایک دن سیر کو اس شان سے نکلا منصور — پا بہ زنجیر تھے سادات لیسار اور یمین
ساتھ ساتھ آتے تھے بیدل جگر و جانِ رسولؐ — اور منصور تھا زیبِ حرمِ خانۂ زین

ایک نے مجمعِ سادات سے بڑھ کر یہ کہا — "گرچہ اِس لطف کے مشکور ہیں ہم خاک نشین

غزوۂ بدر میں لیکن جو کیا ہم نے سلوک
وہ تو کچھ اور تھا ہے یاد بھی تم کو کہ نہیں"

نظامِ حکومتِ اسلام

جب ولی عہد ہوا تختِ حکومت کا یزید
کہ ولی عہد کا بھی اب سے پڑھی نام ضرور
وقت آیا تو چڑھا پایۂ ممبر پہ خطیب
یہ نئی بات نہیں ہے کہ ابو بکرؓ و عمرؓ
اُٹھ کے فرزندِ ابو بکرؓ نے فوراً یہ کہا
جھوٹ ہے یہ کہ ہی یہ سنتِ بو بکرؓ و عمرؓ
اپنے بیٹے کو بنایا تھا خلیفہ کس نے
یہ طریقہ متوارث ہے تو کُفّار مین سے
شانِ اسلام ہے شخصیتِ ذاتی سے بعید

عاملِ یثرب و بطحا کو یہ پہونچے احکام
خطبہ پڑھتا ہے حریم نبوی مین جو امام
اور کہا یہ کہ یزید اب سے ہے امیر اسلام
جانشین کر گئے جب موت کا پہونچا پیغام
سر بسر کذب ہے یہ اے خلفِ نسلِ لئام
ہان مگر قیصر و کسریٰ کی ہے یہ سنتِ عام
ایسی بدعت کا نہین مذہبِ اسلام مین نام
ورنہ اسلام ہے اِک مجلسِ شوریٰ کا نظام
شرع مین سلطنتِ خاص ہی ممنوع و حرام

اِس سے بھی قطعِ نظر نسلِ عرب ہین ہم لوگ
وہ کوئی اور ہین ہوتے ہین جو شاہونکے غلام"

ہمارا طرزِ حکومت

کبھی ہم نے بھی کی تھی حکمرانی ان ممالک پر
اگر وہ حکمرانی جسکا سکہ جان و دل پر تھا

قرابت راجگان ہند سے اکبر نے جب چاہی
کہ یہ رشتہ عروسِ کشور آرائی کا زیور تھا

تو خود فرماندہِ (جیپور) نے نسبت کی خواہش کی
اگرچہ آپ بھی وہ صاحبِ دیہیم و افسر تھا

ولی عہدِ حکومت اور خود شاہنشہِ اکبر
گئے انبیر تک جو تخت گاہِ ملک و کشور تھا

اُدھر راجہ کی نور دیدہ گھر مین حُجلہ آرا تھی
اِدھر شہزادے پر چترِ عروسی سایہ گستر تھا

دلہن کو گھر سے منزل گاہ تک اس شان سے لائے
کہ کوسون تک زمین پر فرشِ دیبائے مشجّر تھا

دلہن کی پالکی خود اپنے کندھون پر جو لائے تھے
وہ شاہنشاہِ اکبر اور جہانگیر ابن اکبر تھا

یہی ہین وہ شمیم انگیزیان عطرِ محبت کی
کہ جس سے بوستانِ ہند برسون تک معطّر تھا

تمھین لے دے کے ساری داستانین یاد ہین اتنا
کہ عالمگیر ہندو کش تھا ظالم تھا ستمگر تھا

*

عدلِ جہانگیری

قصرِ شاہی مین کہ ممکن نہین غیرونکا گذر — ایک دن "نورجہان" بام پہ تھی جلوہ فگن
کوئی شامت زدہ رہ گیر اُدھر آنکلا — گرچہ تھی قصر مین ہرچار طرف سے قدغن
غیرتِ حسن سے بیگم نے طپنچہ مارا — خاک پر ڈھیر تھا اک کشتۂ بے گور و کفن

ساتھ ہی شاہِ جہانگیر کو پہونچی جو خبر — غیظ سے آگئی ابروے عدالت پہ شکن
حکم بھیجا کہ کنیزانِ شبستانِ شہی — جاکے پوچھ آئین کہ سچ یا کہ غلط ہے یہ سخن"

نخوتِ حسن سے بیگم نے بصد ناز کہا — "میری جانب سے کرو عرض بہ آئینِ حسن
ہان مجھے واقعۂ قتل سے انکار نہین — مجھ سے ناموسِ حیا نے یہ کہا تھا کہ "بزن"
اس کی گستاخ نگاہی نے کیا اُسکو ہلاک — کشورِ حسن مین جاری ہے یہی شرعِ کہن"

مفتیِ دین سے جہانگیر نے فتوی پوچھا — کہ شریعت مین کسی کو نہین کچھ جائے سخن
مفتیِ دین نے بیخوف و خطر صاف کہا — "شرع کہتی ہے کہ قاتل کی اُڑادو گردن"
لوگ دربار مین اِس حکم سے تھرّا اُٹھے — پر جہانگیر کے ابرو پہ نہ بل تھا نہ شکن

ترکنون کو یہ دیا حکم کہ "اندر جا کر / پہلے بیگم کو کرین بستۂ زنجیر و رسن

پھر اُسی طرح اُسے کھینچ کے باہر لائین / اور جلاّد کو دین حکم کہ "ہان تیغ بزن"

یہ وہی نور جہان ہے کہ حقیقت مین یہی / تھی جہانگیر کے پردہ مین شہنشاہِ زمن

اِس کی پیشانیِ نازک پہ جو پڑتی تھی گرہ / جا کے بنجاتی تھی اوراقِ حکومت پہ شکن

اب نہ وہ نور جہان ہے، نہ وہ اندازِ غرور / نہ وہ غمزے ہین، نہ وہ عربدۂ صبر شکن!

اب وہی پاؤن ہر اک گام پہ تھرّاتے ہین / جن کی رفتار سے پامال تھے مرغانِ چمن

ایک مُجرم ہے کہ جسکا کوئی حامی نہ شفیع / ایک بیکس ہے کہ جسکا نہ کوئی گھر نہ وطن!

خدمتِ شاہ مین بیگم نے یہ بھیجا پیغام / "خون بہا بھی تو شریعت مین ہے اک امرِ حسن"

مفتیِ شرع سے پھر شاہ نے فتویٰ پوچھا / بولے جائز ہے، رضامند ہون گر بچّہ و زن

وارثون کو جو دیے لاکھ درم بیگم نے / سب نے دربار مین کی عرض کہ "اے شاہِ زمن!

ہم کو مقتول کا لینا نہین منظور قصاص / قتل کا حکم جو رُک جائے تو ہے مستحسن"

ہوچکا جب کہ شہنشاہ کو پورا یہ یقین / کہ نہین اس مین کوئی شائبۂ حیلہ و فن

اُٹھ کے دربار سے آہستہ چلا سوے حرم / تھی جہان نور جہان معتکفِ بیتِ حزن

دفعتہً پاؤن پہ بیگم کے گرا اور یہ کہا
"تو اگر کشتہ شدی، آہ چہ مے کردم من؟"

اسلام کے تنزل کا اصلی سبب

لوگ کہتے ہین کہ یہ بات ہی اب امر صریح ۔ کہ زمانہ مین کہین عزتِ اسلام نہین
آپ جائینگے جہان قوم کو پائینگے ذلیل ۔ اسمین تخصیصِ عراق و عرب و شام نہین
یہ بھی ظاہر ہے کہ ہین مختلف الحال یہ لوگ ۔ کوئی چیز ان مین جو ہو مشترکِ عام نہین
ایشیائی ہے اگر یہ، تو وہ ہے افریقی ۔ اور کوئی رابطۂ نامہ و پیغام نہین
لالہ رُخ یہ ہے تو زنگی و سیہ فام ہی وہ ۔ یہ سمن بر ہے، وہ موزون و خوش اندام نہین
اس نے گہوارۂ راحت مین بسر کی ہی عمر ۔ وہ کبھی خوگرِ آسایش و آرام نہین
وہ ازل سے ہے کمند افگن و شمشیر نواز ۔ اس کو جز عیش کسی چیز سے کچھ کام نہین
خوان و ایوان سے بھی سیری نہین ہوتی اسکو ۔ اسکو گر نان جوین بھی ہو تو ابرام نہین
اسنے یورپ کے مدارس مین جو سیکھے ہین علوم ۔ وہ ابھی ابجدِ تعلیم سے بھی رام نہین
اسقدر فرق و تفاوت پہ بھی ہی عام یہ بات ۔ قوم کا دفترِ عزت مین کہین نام نہین
پس اگر غور سے دیکھو تو بجز مذہب و دین ۔ ہم مسلمانون مین کوئی صفتِ عام نہین
ان اصولونکی بنا پر یہ نتیجہ ہے صریح ۔ سببِ پستیِ اسلام، بجز اسلام نہین
ان مسائل مین ہی کچھ ژرف نگاہی درکار ۔ یہ حقائق ہین تماشاے لبِ بام نہین
غور کرنے کے لیے فکر و تعمق ہے ضرور ۔ منزلِ خاص ہے یہ رہگذرِ عام نہین

بحث مافیہ مین پہلی غلطی یہ ہی، کہ آپ
جس کو اسلام سمجھتے ہین وہ اسلام نہین

آپ کھانے کو بنا دیتے ہین پہلے مسموم
پھر یہ کہتے ہین، غذا موجبِ اسقام نہین

اعتقادات مین ہے سب سے مقدم توحید
آپ اس وصف کو ڈھونڈھین تو کہین نام نہین

کون ہے شائبۂ شرک سے خالی اسوقت
کون ہی جسپہ فریبِ ہوسِ خام نہین

آستانون کی زیارت کے لیے شدّ رحال
اسمین کیا شان پرستاریٔ اصنام نہین

کیجیے مسئلۂ "شرک نبوت،، پہ جو غور
کفر مین بھی یہ جہانگیریٔ اوہام نہین

اب عمل پہ جو نظر کیجیے آئے گا نظر
کہ کسی ملک مین پابندیٔ احکام نہین

اغنیا کی ہے یہ حالت کہ نہین ہو وہ رئیس
جسکے چہرے پہ فروغِ مے گلفام نہین

نصِ قرآن سے مسلمان ہین بھائی بھائی
اس اخوت مین خصوصیتِ اعمام نہین

یان یہ حالت ہی کہ بھائی کا ہی بھائی دشمن
کون سا گھر ہے جہان یہ روشِ عام نہین

نہ کہین صدق و دیانت ہی نہ پابندیٔ عہد
دل مین انصاف زبانون پہ جو دشنام نہین

آیت فَاعْتَبِرُوا پڑھتے ہین ہر روز مگر
علما کو خبرِ گردشِ ایام نہین

الغرض عام ہو وہ چیز جو بے دینی ہے
صاف یہ بات ہی دھوکا نہین ابہام نہین

ان حقائق کی بنا پر سببِ پستیٔ قوم
ترکِ پابندیٔ اسلام ہی اسلام نہین

خلیفہ عمر بن عبدالعزیز کا انصاف

پسر عبد العزیز اموی
عدل میں ثانی ابن الخطاب

جب ملا تخت خلافت انکو
ہو گیا گلشن گیتی شاداب

ایک شب گھر سے چلے بہر نماز
پڑ گیا جب رخ عالم پہ نقاب

کوئی آوارہ وطن تند مزاج
صحن مسجد میں تھا آلودہ خواب

پاؤں کا انکے ٹھوکا جو لگا
جاگ اٹھا اور کیا انسے خطاب

"خیر ہے؟ کیا کوئی مجنون ہے تو؟
یا کہ کچھ ہے تری آنکھوں پہ حجاب"

ہنس کے فرمایا کہ "مجنون نہیں
کچھ نہیں مجھ میں جنون کا اسباب

ہاں مگر ہو گئی مجھ سے تقصیر
آپ سے عفو کا طالب ہوں جناب"

چوبداروں نے کیا اسکو اسیر
چاہتے تھے کہ دیں اسکو جواب

آپ نے روک دیا ان کو وہیں
پھر کیا ان سے یہ آہستہ خطاب

اس نے اک بات فقط پوچھی تھی
جو مناسب تھا دیا میں نے جواب

بات قطعی تو نہیں اسنے کہی
پوچھنا کچھ نہیں شایان عتاب

اتنی سی بات پہ یہ جوش و غضب
اتنی سی بات پہ یہ خشم و عتاب

بیکسوں کو میں ستاؤں کیونکر
مجکو دینا ہے قیامت میں جواب

شغلِ تکفیر

اک مولوی صاحب سے کہا مین نے کہ کیا آپ
کچھ حالتِ یورپ سے خبردار نہین ہین

آمادۂ اسلام ہین لندن مین ہزارون
ہرچند ابھی مائلِ اظہار نہین ہین

اقلیدس کے پھندون سے ہٹے جاتے ہین آزاد
وہ لوگ بھی جو داخلِ احرار نہین ہین

جو نام سے اسلام کے ہو جاتے تھے برہم
ان مین بھی تعصب کے وہ آثار نہین ہین

افسوس مگر یہ ہے کہ واعظ نہین پیدا
یا ہین تو بقول آپ کے دیندار نہین ہین

کیا آپ کے زمرہ مین کسی کو نہین یہ درد
کیا آپ بھی اِس کے لیے تیار نہین ہین

جھلا کے کہا یہ کہ "یہ کیا سوءِ ادب ہے
کہتے ہو وہ باتین جو سزاوار نہین ہین

کرتے ہین شب و روز مسلمانون کی تکفیر
بیٹھے ہوے کچھ ہم بھی تو بیکار نہین ہین"

مذہب یا سیاست

تم کسی قوم کی تاریخ اٹھا کر دیکھو
دو ہی باتین ہین کہ جن پر ہے ترقی کا مدار

کوئی جذبۂ دینی تھا کہ جس نے دم مین
کر دیا ذرۂ افسردہ کو ہمرنگِ شرار

ہے یہ وہ قوتِ پُرزور کہ جس کی تکرار
سنگِ خارا کو بنا دیتی ہے اک مشتِ غبار

اسکی زد کھا کے لرز جاتی ہے بنیادِ زمین
اُس سے ٹکرا کے بکھر جاتے ہین اوراقِ دیار

یہ اُسی کا تھا کرشمہ کہ عرب کے بچے
کھیلنے جاتے تھے ایوانِ کسریٰ مین شکار

وہ اُلٹ دیتے تھے دنیا کا مرقع دم مین
جن کے ہاتھون مین رہا کرتی تھی اونٹونکی مہار

اُس کی برکت تھی کہ صحرائے حجازی کی سموم
بن گئی دہر مین جا کر چمن آرائے بہار

یہ اُسی کا تھا کرشمہ کہ عرب کے رہزن
فاش کرنے لگے جبریلِ امین کے اسرار

یا کوئی جاذبۂ ملک و وطن تھا جس نے
کر دیے دم مین قوائے عملی سب بیدار

ہے اسی مے سے یہ سرمستیِ احرارِ وطن
ہے اسی نشے سے یہ گرمیِ ہنگامۂ کار

آپ دونون سے کبھی دیتے ہین ہم کو محروم
نہ سیاست ہے نہ ناموسِ شریعت کا وقار

مدتون بحثِ سیاست کی اجازت ہی نہ تھی
کہ وفاداریِ مسلم کا تھا یہ خاص شعار

اب اجازت ہے مگر دائرۂ بحث ہے یہ
کہ گورنمنٹ سے اس بات کے ہون عرض گزار

ہم کو پامال کیے دیتے ہین ابنائے وطن
ڈر ہے پس جائے نہ یہ فرقۂ اخلاص شعار

یہ بھی اک گونہ شکایت ہے غلامونکو ضرور
کہ مناصب مین ہے کم حلقہ بگوشون کا شمار

اب رہا جذبۂ دینی تو وہ اس طرح مٹا
کہ ہمین آپ ہی آتا ہے اب اس نام سے عار

وضع مین طرز مین اخلاق مین سیرت مین کہین
نظر آتے نہین کچھ حرمتِ دین کے آثار

آپ نے ہم کو سکھائے ہین جو یورپ کے علوم
اس ضرورت سے نہین قوم کو ہرگز انکار

بحث یہ ہے کہ وہ اس طرز سے بھی ممکن تھا
کہ نہ گھٹتا کبھی ناموسِ شریعت کا وقار

ہمنے پہلے بھی تو اغیار کے سیکھے تھے علوم
ہمنے پہلے بھی تو اس نشہ کا دیکھا ہی خمار

نام لیتے تھے ارسطو کا ادب سے ہرچند
تھے فلاطون الٰہی کے بھی گو شکر گذار

جانتے تھے مگر اس بات کو بھی اہل نظر
کہ حریفوں کو نہیں انجمن خاص میں بار

یعنی یہ بادۂ عرفان کے نہیں ذوق شناس
بزمِ اسرار کے یہ لوگ نہیں بادہ گسار

آج ہر بات میں ہے شانِ تفسیخ پیدا
آج ہر رنگ میں یورپ کے نمایاں ہیں شعار

ہیں شریعت کے مسائل بھی وہاں تک محدود
کہ جہاں تک اِنہیں معقول بتائیں اغیار

خواتینِ عرب کا ثبات و استقلال

(۱)

مسند آرائے خلافت جو ہوئے "ابن زبیرؓ" — سب نے بیعت کے لیے ہاتھ بڑھائے یکبار

"ابن مروان" نے "حجاج" کو بھیجا پے جنگ — جسکی تقدیر مین مرغانِ حرم کا تھا شکار

حرمِ کعبہ مین محصور ہوئے "ابن زبیرؓ" — فوجِ بیدین نے کیا کعبۂ ملت کا حصار

دامنِ عرش ہوا جاتا تھا آلودۂ گرد — بارشِ سنگ سی اُٹھتا تھا جو رہ کی غبار

تھا جو سامانِ رسد چار طرف سے مسدود — ہر گلی کوچہ بنا جاتا تھا اِک کنجِ مزار

جب یہ دیکھا کہ کوئی ناصر و یاور نہ رہا — ماں کی خدمت مین گئے "ابنِ زبیرؓ" آخر کار

جا کے کی عرض کہ "اے اُختِ حریمِ نبوی — نظر آتے نہین اب حُرمتِ دین کے آثار،

آپ فرمائیے اب آپکا ارشاد ہے کیا؟ — کہ مین ہون آپ کا اِک بندۂ فرمانبردار

صُلح کر لون، کہ چلا جاؤن حرم سے باہر — یا یہین رہ کے اسی خاک پہ ہو جاؤن نثار"

بولی وہ پردہ نشینِ حرمِ سرِ عفاف — "حق پہ گر تو ہے، تو پھر صُلح ہے مستوجبِ عار"

یہ زمین ہے وہی قربانگہِ اسمٰعیل — فدیۂ نفس ہے خود دینِ خلیلی کا شعار"

ماں سے رخصت ہوئے یہ کہہ کے بآوازِ بلند — "آپ کے دودھ سے شرمندہ نہ ہونگا زنہار"

پہلے ہی حملہ مین دشمن کی اُلٹ دین فوجین، — جس طرف جاتے تھے یہ ٹوٹتی جاتی تھی قطار

منجنیقون سے برستے تھے جو پتھر پیہم — ایک پتھر نے کیا آکے سر و رُخ کو فگار

خون ٹپکا جو قدم پر، تو کہا از رہِ فخر / "یہ ادا وہ ہے کہ ہم ہاشمیون کا ہی شعار"

اس گھرانے نے کبھی پشت پہ کھایا نہین زخم / "خون ٹپکے گا تو ٹپکے گا قدم پر ہر بار"

زخم کھا کھا کے لڑے جاتے تھے لیکن کب تک / آخر الامر گرے خاک پہ مجروح و نزار

لاش منگوا کے جو حجاج نے دیکھی تو کہا / "اُس کو سولی پہ چڑھاؤ کہ یہ تھا قابلِ دار"

لاش لٹکی رہی سولی پہ کئی دن لیکن / اُن کی ماں نے نہ کیا رنج و الم کا اظہار

اتفاقات سے اِک دن جو اُدھر جا نکلین / دیکھکر لاش کو بے ساختہ بولین یکبار

"ہو چکی دیر کہ منبر پہ کھڑا ہے یہ خطیب / اپنے مرکب سے اُترتا نہین اب بھی یہ سوار"

(۲)

حضرت ابن زبیر بن عوامؓ / جب ہوا ان پہ خلافت کا مدار

کی مخالف نے چڑھائی ان پہ / گرم تھا موت کا ہر سو بازار

ہو گئے لڑکے پھر آخر کو شہید / لاش کو انکی چڑھایا سرِ دار

ان کی ماں نے جو سنی انکی خبر / دل ہوا ان کا محبت سے فگار

لیکن از بسکہ طبیعت تھی غیور / نہ کیا رنج و الم کا اظہار

اتفاقاً جو ادھر جا نکلین / کہ وہ موقع تھا سرِ راہ گذار

لاش بیٹے کی جو لٹکی دیکھی / مُنہ سے بے ساختہ نکلا یکبار

"اب بھی ممبر سے نہ اترا یہ خطیب
اب بھی گھوڑے سے نہ اُترا یہ سوار"

سیاسی نظمین

شہر آشوب اسلام

ہنگامۂ طرابلس و بلقان

حکومت پر زوال آیا تو پھر نام و نشان کبتک
چراغِ کشتۂ محفل سے اُٹھے گا دہوان کبتک

قبائے سلطنت کے گر فلک نے کر دیے پُرزے
فضائے آسمانی مین اُڑین گی دھجیان کبتک

مراکش جا چکا، فارس گیا، اب دیکھنا یہ ہے
کہ جیتا ہے یہ ٹرکی کا مریضِ سخت جان کبتک

یہ سیلابِ بلا بلقان سے جو بڑھتا آتا ہے
اسے روکے گا مظلومونکی آہونکا دہوان کبتک

یہ سب ہین رقصِ بسمل کا تماشا دیکھنے والے
یہ سیر انکو دکھائے گا شہیدِ نیم جان کبتک

یہ وہ ہین، نالۂ مظلوم کی لے جنکو بھاتی ہے
یہ راگ انکو سنائے گا یتیمِ ناتوان کبتک

کوئی پوچھے کہ اے تہذیبِ انسانی کے استادو!
یہ ظلم آرائیان تاکے یہ حشر انگیزیان کبتک

یہ جوش انگیزیِ طوفانِ بیداد و بلا تاکے؟
یہ لطف اندوزیِ ہنگامۂ آہ و فغان کبتک

یہ مانا تم کو تلوارون کی تیزی آزمانی ہے
ہماری گردنون پر ہوگا اِسکا امتحان کبتک

نگارستانِ خون کی سیر گر تم نے نہین دیکھی
تو ہم دِکھلائین تمکو زخمہاے خون چکان کبتک

یہ مانا گرمیِ محفل کے سامان چاہئین تمکو؟
دکھائین ہم تمھین ہنگامۂ آہ و فغان کبتک

یہ مانا قصۂ غم سے تمھارا جی بہلتا ہے
سُنائین تم کو اپنے دردِ دل کی داستان کبتک

یہ مانا تم کو شکوہ ہے فلک سے خشک سالی کا
ہم اپنے خون سے سینچین تمہاری کھیتیان کبتک

عروسِ بخت کی خاطر تمھین درکار ہے افشان
ہمارے ذرہ ہاے خاک ہونگے زر فشان کبتک

کہان تک لوگے ہمسے انتقامِ فتح ایوبی
دکھاؤگے ہمین جنگِ صلیبی کا سمان کبتک

سمجھ کر یہ کہ دھندلے سے نشانِ رفتگان ہین ہم
مٹاؤگے ہمارا اس طرح نام و نشان کبتک

زوالِ دولتِ عثمان زوالِ شرع و ملت ہے
عزیزو! فکرِ فرزند و عیال و خانمان کبتک

خدارا تم یہ سمجھے بھی کہ یہ تیاریان کیا ہین!
نہ سمجھے اب تو پھر سمجھوگے تم یہ چیستان کبتک

پرستارانِ خاکِ کعبہ دنیا سے اگر اُٹھے
تو پھر یہ احترامِ سجدہ گاہِ قدسیان کبتک

جو گونج اُٹھیگا عالم شورِ ناقوسِ کلیسا سے
تو پھر یہ نغمۂ توحید گلبانگِ اذان کبتک

بکھرتے جاتے ہین شیرازۂ اوراقِ اسلامی
چلین گی تند بادِ کفر کی یہ آندھیان کبتک

کہین اُڑکر نہ دامانِ حرم کو بھی یہ چھو آئے
غبارِ کفر کی یہ بے محابا شوخیان کبتک

حرم کی سمت بھی صید افگنونکی جب نگاہین ہین
تو پھر سمجھو کہ مرغانِ حرم کے آشیان کبتک

جو ہجرت کرکے بھی جائین تو شبلی اب کہان جائین
کہ اب امن و امانِ شام و نجد و قیروان کبتک

خیر مقدم ڈاکٹر انصاری

ہندوستانی طبی وفد جو جنگ بلقان مین ٹرکی بھیجا گیا تھا، اوسکی واپسی کیوقت بمبئی مین نظم پڑھی گئی

ادا کرتے ہین ہم شکر جنابِ حضرت باری
کہ آئے خیریت سے ممبرانِ وفد انصاری

ہزارون کوس جا کر بھائیونکی تمنے خدمت کی
یہی تھا دردِ اسلامی یہی تھی رسم غمخواری

فراقِ ملک و ترکِ خانمان و دوریِ منزل
خدا کے فضل سے تم نے یہ کڑیان جھیل لین ساری

تمھارے روکنے کے واسطے ہنگامہ آرا تھے
صدائے نالہ ہائے درد و جوشِ گریہ زاری

نگاہِ حسرت آلودِ عزیزان کی سنان بازی
فغانِ سینہ ریشانِ محبت کی شرر باری

مگر اک جذبۂ اسلام نے سب کو شکستین دین
کہ سب کو چھوڑ کر پہنچے وہان با این گرانباری

جو سچ پوچھو تو تم انصار بھی ہو اور مہاجر بھی
کہ سب اہلِ وطن کو چھوڑ کر پہنچے پئے یاری

کسی کو خواب مین بھی یہ سعادت مل نہین سکتی
مریضونکے لیے وہ آپکی شب ہائے بیداری

جو سچ پوچھو تو زیبا ہی تمھین دعوئے آقائی
کہ تم نے کی ہے ترکانِ مجاہد کی پرستاری

تمھارا ناز ہم اٹھائین اہلِ ملت جسقدر کم ہے
کہ تم نے غازیانِ دین کی کی ہے نازبرداری

تمھارے سامنے موتی کی لڑیان پروتے کم ہین
کہ دیکھ آئے ہو تم ترکی یتیمون کی گہرباری

تمھین کچھ جان نوازی ہای اسلامی کو سمجھو گے
کہ تم دیکھ آئے ہو نصرانیونکا طرز خونخواری

نہین ہے سوزِ اسلامی کا گو نام و نشان باقی
تمھارے دل مین ہین کچھ درد کی چنگاریان باقی

مسلمانونکے تمنے طالعِ واژون بھی دیکھے ہین
نئے سب انقلابِ گردشِ گردون بھی دیکھے ہین

تمھارا دردِ دل سمجھین گے کیا ہندوستان والے
کہ تمنے وہ مظالم ہائے روزافزون بھی دیکھے ہین

یتیمونکے سُنے ہین نالہ ہائے جان گزا تمنے
زنانِ بے نوا کے چہرۂ محزون بھی دیکھے ہین

گھرونکو لوٹنے کے بعد زندون کو جلا دینا
بلادِ مغربی کے یہ نئے قانون بھی دیکھے ہین

مسلمانونکا قتلِ عام اور ترکون کی بربادی
نتائج ہائے اُمیدِ گلیڈسٹون بھی دیکھے ہین

تمھین نے غازیونکے زخم پر ٹانکے لگائے ہین
شہیدانِ وطن کے جامۂ پرخون بھی دیکھے ہین

تمھاری چشمِ عبرت گیر خود ہم سے یہ کہتی ہے
کہ ہم نے وہ مصائب ہائے گوناگون بھی دیکھے ہین

لہو کی چادرین دیکھی ہین رخسارِ شہیدان پر
زمین پر پارہ ہائے سینۂ پرخون بھی دیکھے ہین

نگارآرائیان دیکھی ہین چشمِ گوہرافشان کی
شہیدانِ وفا کے عارضِ گلگون بھی دیکھے ہین

تمھین سے کچھ پتہ ملتا ہے شیدایانِ ملت کا
کہ تم نے شاہدِ اسلام کے مفتون بھی دیکھے ہین

جنونِ جوشِ اسلامی کوئی سمجھا تو تم سمجھے
کہ تم نے لیلیٔ اسلام کے مجنون بھی دیکھے ہین

سہارا ہے اگر اُمید کا اب بھی کوئی باقی
تو تمنے وہ رموزِ قوتِ مکنون بھی دیکھے ہین

عجب کیا ہے یہ بیڑا غرق ہو کر پھر اُچھل آئے
کہ ہمنے انقلابِ چرخِ گردون گون بھی دیکھے ہین

دعائے کہنہ سالان ہو اگر مقبولِ یزدانی
تو اب دستِ دعا ہے اور یہ شبلیؔ نعمانی

سر آغا خان کا خطاب ترکوں سے

(۱)

جنگ بلقان کے زمانہ مین سر آغا خان نے ایک مضمون لکھا تھا جسمین ترکونکو یہ صلاح دی تھی، کہ اونکے لیے بہتر ہے کہ وہ سرزمین یورپ کو چھوڑ کر ایشیا چلے جائین، تاکہ وہ دول یورپ کے حملون سے محفوظ رہین، اس مضمون سے مسلمانون مین بہت غصہ پیدا ہوا تھا، اور اون کے وقار کو بہت صدمہ پہونچا، ذیل مین اوسکا طنزیہ جواب ہے،

گفت با ترک حضرت آغا — آنچہ گویم بگوش درگیرید
بگذارید خاک یورپ را — دل ازین مرز و بوم برگیرید
ایشیا مسکن قدیم شما است — باز آن خاک را مقر گیرید
دل بصید رمیدہ نتوان بست — یک شکار شکستہ پر گیرید
اسپ گر زیر ران نمی آید — بگذارید و مادہ خر گیرید
کار پیشینہ شما کشت است — مرغزارے و گاؤ نر گیرید
بانگ توپ و تفنگ درد سر است — ناوک و خنجر و سپر گیرید
نوبت ریل و تلغراف گذشت — قاصد پیک و نامہ بر گیرید

کار دنیا کسے تمام نکرد
ہر چہ گیرید مختصر گیرید،

(۲)

ترک سے حضرتِ آغا نے یہ ارشاد کیا
کیون ہو بے فائدہ یورپ مین گرفتارِ الم؟

ایشیا مین اگر آجاؤ تو پھر تا بہ ابد
پاؤن پھیلا کے پڑے چین سے سوؤ گے چہ غم؟

نظر آجائیگی بیکاری آلاتِ جدید
جبکہ تم وادیِ تاتار مین رکھو گے قدم

ریل یا تار کی پھر ہوگی نہ حاجت تمکو
ڈاک پہونچانے کو آجائینگے مرغانِ حرم

خود ہی کہدو گے کہ بیکار ہین سب تیر و تفنگ
نظر آئیگا جو تیر افگنیون کا عالم

سلک بحری کی اوادل سے اُتر جائیگی
دیکھ لوگے جو کمندون کا وہ پیچ اور وہ خم

فائدہ کیا ہے کہ تم ریل کا احسان اُٹھاؤ؟
آپ کا اسپ سبک سیر ہے کس بات مین کم؟

آپ صحرا مین چلائین گے جو خشکی کا جہاز
پھر نہ کچھ بھاپ کی حاجت ہے، نہ طوفان کا غم

لطف جو بانگِ جرس مین ہے وہ سیٹی مین نہین
زین کو کہہ نہین سکتا کوئی ہم پایۂ بم

لمپ کی شعلہ فشانی مین کہان وہ انداز؟
شمع کی بزم طرازی کا جو کچھ ہے عالم

فیصلہ بیٹھ کے چوپال مین کردیگا جو پنچ
ہوگا یورپ کے قوانین سے بڑھکر محکم

اور مانا بھی کہ فردوس برین ہے یورپ
حضرتِ خواجۂ شیراز یہ کرتے ہین رقم

"پدرم روضۂ رضوان بدو گندم بفروخت
ناخلف باشم اگر من بہ جوے نفروشم"

ترکون سے خطاب

جنگ بلقان مین فتح اڈریا نوپل پر مبارکباد، ۸- دسمبر ۱۹۱۲ء

اے ترک! اے مجسمۂ کبریائے حق
اے وہ کہ جس پہ عالم ہستی کو ناز ہے

پشت و پناہ ملت ختم الامم ہے تو
تو آج زور بازوی شاہ حجاز ہے

رنگین ہے تیری تیغ سے ہر صفحۂ وجود
مغرب ترا ہی عرصہ گہ ترک تاز ہے

تو نے دکھا دیا کہ تری تیغ جانستان
اب بھی فنائے ہستی دشمن کا راز ہے

رنگین جو ہے مرقع عالم کا ہر ورق
شمشیر تیری خامۂ رنگین طراز ہے

ہستی مسلم کی رہائی

جنگ بلقان مین وزرائے برطانیہ کے دعوائے اسلام دوستی کی تردید

وہ کہتے ہین کہ "ہمکو پاس ہے احساس مسلم کا"
مگر اس کا اثر جو کچھ ہے بس ہندوستان تک ہے

مگر ہم کیا کرین اسکو کہ عالمگیری ملت
عراق و فارس و نجد و حجاز و قیروان تک ہے

منافق ہے جو کہتا ہے کہ "مین ٹرکی سے یکسو ہون"
یہ وہ الفاظ ہین جنکی جہانگیری زبان تک ہے

ہمارا جوش اسلامی انہین باور نہین آتا
یہ انداز تغافل جلوہ گاہ امتحان تک ہے

پڑا سوتا ہے کوئی گنبدِ خضراے یثرب مین | کہ جس کا بندۂ فرمان زمین سی آسمان تک ہے

کوئی جا کر یہ کہدے ہم گنہگار دنکی جانب سے
کہ اب مسلم کی ہستی تیرے الطافِ نہان تک ہے

بمبئی کی وفادار انجمن

جنگ بلقان کے زمانہ مین جب تمام ہندوستان مین دزراے برطانیہ کی طرز سیاست کے خلاف جوش و غصہ کی لہر دوڑ رہی تھی، بمبئی مین ایک گمنام وفادار اسلامی انجمن بمبئی کے نام سے اخبارات مین مسلمانون کے عام خیالات کی مخالفت مین اوسکی تجویزین شائع ہوتی تھین، مولنا نے اس نظم مین اوسکی پردہ دری کی ہے،

ایک دن تھا کہ وفاداریِ مسلم کی متاع
دفعۃً ہوگئی ہنگامۂ بلقان مین گم،
ہاتھ آنے کا تو کیا ذکر، پتہ تک بھی نہ تھا
ہو مبارک تجھے اے بمبئی اے نازِ دکن!
تیرے بازار مین وہ یوسفِ گم گشتہ ملا

ہر جگہ عام تھی، اور نرخ مین ارزانی بھی
قوم کو سخت مصیبت تھی پریشانی بھی
ڈھونڈھنے والون نے گو خاک بہت چھانی بھی
کہ ترے تاج مین ہے طرۂ سلطانی بھی
جس کا مشتاق تھا خود یوسفِ کنعانی بھی

یہ الگ بات ہے انڈھونکو وہ آسکے نہ نظر
گو اسی زمرہ مین ہے "یوسف ثوبانی" بھی

مسلم لیگ

مسلم لیگ جب قائم ہوئی تھی، اسکا مقصد گورنمنٹ کے بجائے ہندو ہموطنون سے لڑنا اور حکومت وقت سے اظہار وفاداری کرنا تھا، اسی لیے اسوقت اُسکے ممتاز ارکان اور عہدہ دارون مین زیادہ تر وہ لوگ تھے جو خطاب یافتہ امرا اور ارباب جاہ تھے، لیکن دفعۃً جنگ طرابلس و بلقان اور معرکہ مسجد کانپور کے زمانہ مین حکومت برطانیہ کے طرز سیاست کو دیکھکر مسلمانون مین یکے بعد دیگرے مخالفانہ جذبات اور ہیجانات پیدا ہوتے گیے، جسکا نتیجہ یہ ہوا کہ پرجوش مسلمان جو احرار شمار کیے گیے لیگ سے نفرت کرنے لگے اور کانگریس کی طرف مائل ہونے لگے، یہ دیکھکر عام رجحانات کیساتھ لیگ نے بھی اپنی روش مین تغیر مناسب سمجھا اور اپنے مقصد مین ہندوستان کی خود مختار حکومت کا مطالبہ شامل کیا، مگر اسکے ساتھ لفظ سوٹ ایبل یعنی ہندوستان کے حالات کے مناسب خود مختار حکومت کا لفظ اضافہ کیا، یہ لفظ ایسا ذو معنین تھا جس سے بلند تر اور پست تر دونون مقصدون کو بیک وقت مراد لیا جاسکتا تھا، احرار نے اسکی سخت مخالفت کی لیکن انکی مخالفت کامیاب نہ ہوئی، بالآخر نتیجہ اسکا یہ ہوا کہ لیگ مر گئی اور احرار مسلمان تمام تر کانگریس مین داخل ہوگیے، لیگ کے خلاف اس تحریک کے ابھارنے مین اور احرار کی جماعت کی رہنمائی مین مرحوم مصنف کا بڑا حصہ تھا اور اسکی یہ نظمین اس تحریک و انقلاب کا بڑا ذریعہ ہین،

لیگ کی عظمت و جبروت سے انکار نہین — ملک مین غلغلہ ہے، شور ہے، کہرام بھی ہے
ہے گورنمنٹ کی بھی اسپہ عنایت کی نگاہ — نظرِ لطفِ رئیسانِ خوش انجام بھی ہے
کوئی ہے جو نہین اس حلقۂ قومی کا اسیر — اس مین زہاد بھی ہین، رندِ مے آشام بھی ہے
فیض اسکا ہے باندازۂ طالب یعنی — بادۂ صاف بھی ہے، دردِ تہِ جام بھی ہے
کعبۂ قوم جسے کہتے ہین بجا کہتے ہین — مرجعِ خاص ہے یہ، قبلہ گہِ عام بھی ہے
پختہ کارون کے لیے آلۂ تسخیر ہے یہ — نوجوانون کو صلائے طمعِ خام بھی ہے
رہنمایانِ نوآموز کا ہے مکتبِ درس — زینۂ فخر و نمائندگیِ عام بھی ہے
جن مہمات مین درکار ہے ایثارِ نفوس — ان مین طرزِ عملِ بوسہ و پیغام بھی ہے

صدمۂ مشہد و تبریز سے آنکھین ہین پُر آب
دلمین غمخواریِ ترکان نکو کام بھی ہے

مختصر اسکے فضائل کوئی پوچھے تو یہ ہین
محسنِ قوم بھی ہے، خادمِ حکّام بھی ہے

ربط ہے اسکو گورنمنٹ سے بھی ملک سے بھی
جسطرح "صرف" مین اک قاعدۂ ادغام بھی ہے

اسکے آفس مین بھی ہر طرح کا سامان ہی درست
ورقِ سادہ بھی ہے، کلکِ خوش اندام بھی ہے

ہین قرینے سے سجائی ہوئی میزین ہر سو
جا بجا دفترِ پارینۂ احکام بھی ہے

چند بی، اے ہین سند یافتۂ علم و عمل
کچھ اسسٹنٹ ہین، اکچھ حلقۂ خدام بھی ہے

ہو جو تعطیل مین تفریح و سیاحت مقصود
سفرِ درجۂ اول کے لیے دام بھی ہے

یہ تو سب کچھ ہے مگر ایک گذارش ہی حضور!
اگرچہ یہ سوءِ ادب بھی ہے، اور الزام بھی ہے

مجھ سے آہستہ مرے کان مین ارشاد ہو یہ
"سال بھر حضرتِ والا کو کوئی کام بھی ہے"

مُسلم لیگ

جناب لیگ سے مین نے کہا کہ "اے حضرت
کبھی تو جاگیے ہمارا بھی ماجرا کہیے

کلیم طور پہ کرتے تھے عرض قوم کا حال
تو آپ شملہ پہ کچھ حال قوم کا کہیے

معاملاتِ حکومت مین دیجیے کچھ دخل
یہ کیا، کہ قصۂ پارینۂ وفا کہیے

خدا نخواستہ ترکِ وفا نہین مقصود — ہر ایک بات باندازِ آشنا کہیے
عدالتون کی پریشانیان بیان کیجے — فسانۂ ستم و جورِ ناروا کہیے
دراز دستیٔ پولیس کا کیجیے اظہار — مقدمات کے حالات فتنہ زا کہیے
گذر رہی ہے یہ جو کچھ کہ کاشتکارونپر — یہ داستانِ الم ناک و غم فزا کہیے
شیوعِ علم مین قیدین جو بڑھتی جاتی ہین — یہ کون شیوۂ دانش ہے اسکو کیا کہیے؟
سنائیے انہین کچھ بحر قہر و جبر کا حال — پھر اسکے بعد ستمہاے ناخدا کہیے
برادرانِ وطن کہہ رہے ہین کیا کیا کچھ — کبھی تو آپ بھی افسانۂ جفا کہیے
کبھی تو رد و قدح کی بھی کیجیے جرأت — جو بات بات پہ ہر بار مرحبا کہیے
نہو سکے تو اشارون مین کیجیے اظہار — وگرنہ لطف تو یہ ہے کہ برملا کہیے"

جناب لیگ نے سب کچھ یہ سنکے فرمایا
"مجھے تو خو ہے کہ جو کچھ کہو بجا کہیے"

لیگ کی دائم المرضی کی علت اصلی

حضرتِ لیگ نے اک سرِ منبر یہ کہا — کہ "بس اب سلف گورنمنٹ" کی طیاری ہے
وہ گئے دن کہ نہ تھی حق طلبی پیشِ نظر — اب تو میری رگ و پے مین یہی ساری ہے
وہ گئے دن کہ تملق تھا مرا طرزِ عمل — اب تو جو بات ہے وہ شیوۂ خودداری ہے

اگلی اسکیم سے جو کچھ کہ رہا ہے باقی
وہ فقط شیوۂ تعلیم وفاداری ہے

میں نے "سوٹ ابل" کی جو لگائی ہے قید
یہ عجب نکتۂ آئینِ جہانداری ہے!

فنِ انشا و بلاغت کا بھی رکھا ہے لحاظ
کوئی کیا جانے، کہ کیا اس میں فسونکاری ہے؟

میں نے اس لفظ میں رکھی ہیں ہزاروں پہلو
ایک جملہ ہے، مگر لاکھ پہ بھی بھاری ہے

آپ جتنا اُسے کھینچیں گے لچک جائیگا
سادگی میں بھی وہی شیوۂ عیاری ہے

یاں تلک کانگرس کا بھی نہ پہونچا تھا خیال
نہ سمجھے گا، کہ یہ بھی کوئی مختاری ہے

ہوتی جاتی ہیں، جو یہ لیگ کی شاخیں قائم
چشمۂ فیض ہے، جو چار طرف جاری ہے

الغرض جلسہ سالانہ کے ہوتے ہوتے
آپ دیکھیں گے کہ کیا لیگ کی طیاری ہے

لیگ

مع سوٹ ابل

لیگ کو "سلف گورنمنٹ" ہے اب پیش نظر
للہ الحمد، کہ حل ہو گئی ساری مشکل

اب یہ بیجا ہے شکایت کہ وہ آزاد نہیں
اب یہ کہنا غلطی ہے کہ وہ ہے پادر گل

ملک کے جملہ مسائل کی یہی ہے بنیاد
اور جو کچھ ہے، اسی چیز میں ہیں سب شامل

لیگ نے حق طلبی میں جو یہ جرأت کی ہے
واقعہ یہ ہے، کہ ہے مدح و ثنا کے قابل

کچھ تو ہے لیگ مین جسنے یہ کشش کی پیدا
آپ سے آپ جو کھنچتا ہے ادہر وان دل

لیگ والون نے جو اسٹیج پہ کین تقریرین
کر دیے اسنے خیالات غلط، سب باطل

اس دلیری سے ہراک حرف ادا ہوتا ہے
بعض کہتے تھے کہ "ہے سوء ادب مین داخل"

الغرض لیگ کے اور مجلسِ ملکی کے حدود
یون ملے آکے بہم، بحر سے جیسے ساحل

ہان تو اب عرض یہ ہے خدمتِ عالی مین جناب
"دیکھیے سلف گورنمنٹ کا مقصد حاصل

امتحانات سول کے لیے لندن کی یہ قید
ہے یہ رفتار ترقی کے لیے سخت مخل

یہ جو پیمائش ارضی کا ہے سی سالہ رواج
ملک کے حق مین ہے یہ زہر سے بڑھکر قاتل

جو مناصب کہ ولایت کے لیے ہین مخصوص
آج اپنا ہے وطن بھی تو ہین اسکے قابل

صیغۂ فوج مین تخفیفِ مصارف ہے ضرور
سینۂ ملک پہ افسوس کہ بھاری ہے یہ سِل"

لیگ نے سن کے یہ سب مجھ سے باہستہ کہا
آپ سمجھے بھی کہ اس لفظ کا کیا تھا محمل؟

ہم نے گو سلف گورنمنٹ کی خواہش کی تھی
شرط یہ بھی تو لگا دی تھی کہ "ہو سوٹ ایبل"

آپ جو کہتے ہین، وہ ہے جدا ادراک سے دور
ہمکو اس خواب پریشان مین نہ کیجے شامل

یہ وہ باتین ہین جو مخصوص ہین یورپ کے لیے
آپ طے پہلے غلامی کی تو کر لین منزل

سوٹ ابل سلف گورنمنٹ

دیکھا جو لیگ نے کہ ہوا خاتمہ تمام
از بسکہ دستِ حق طلبی اب دراز ہے

کہنے لگے ہین سب کہ سیاست کا یہ نظام
مقبولِ خاص و عام نہین خانہ ساز ہے

تقسیمِ مشرقی نے عیان کر دیا ہے سب
جو شاہِ راہِ حق مین نشیب و فراز ہے

جاری ہے ہر زبان پہ مساوات کا سبق
ہر خاص و عام پردہ درِ امتیاز ہے

مجبور ہو کے لیگ نے اُٹھایا ہے ورق
جو سر بسر مرقعِ نیرنگ ساز ہے

چہرہ پہ ہے جو سلف گورنمنٹ کا نقاب
ہر دیدہ ور اسیرِ طلسمِ مجاز ہے

سمجھے نہ یہ کہ "سوٹ ابل" کی جو شرط ہے
تمہیدِ سجدہ ہائے جبینِ نیاز ہے

سمجھے نہ لوگ یہ، کہ یہی لفظ پُر فریب
اس ملک مین طلسمِ غلامی کا راز ہے

سب یہ سمجھ رہے ہین کہ اب لیگ کانگرس
دونون کا ایک عرصہ گہِ ترکتاز ہے

جب تک کہ لوگ حلقہ بگوشِ نیاز ہین
جب تک زبانِ قوم خوشامد طراز ہے

جبتک ہین لوگ عالمِ بالا سے مستفیض
جب تک بہم یہ دورِ قدح ہائے "راز" ہے

"احرار" سے کہو کہ نہین کچھ امیدِ "صلح"
ملتا نہین جو تفرقۂ امتیاز ہے

آزادیِ خیال پہ تم کو ہے گر غرور
تو لیگ کو بھی شانِ غلامی پہ ناز ہے

مسلم لیگ

لوگ کہتے ہین کہ آمادۂ اصلاح ہے لیگ
یہ اگر سچ ہے تو ہمکو بھی کوئی جنگ نہین

صیغۂ راز سے کچھ کچھ یہ بھنک آتی ہے
کہ ہم آہنگیٔ احباب سے اب ننگ نہین

فرق اتنا تو بظاہر نظر آتا ہے ضرور
اب خوشامد کا ہر اک بات مین وہ رنگ نہین

عرض مطلب مین زبان کچھ تو ہے کھلتی جاتی
گرچہ اب تک بھی حریفون سے ہم آہنگ نہین

وہ بھی اب نقد حکومت کو پرکھتے ہین ضرور
جنکو اب تک بھی تمیزِ گہر و سنگ نہین

قوم مین پھونکتے رہتے ہین جو افسونِ وفا
انکی افسانہ طرازی کا بھی وہ ڈھنگ نہین

وہ بھی کہتے ہین کہ اس جنسِ وفا کی قیمت
جس قدر ملتی ہے ذرّہ کے بھی ہم سنگ نہین

آگے تھے حلقۂ تقلید مین جو لوگ اسیر
سست رفتار تو اب بھی ہین مگر لنگ نہین

آپ لبرل جو نہین ہین تو بلا سے نہ سہی
یان کسیکو طلبِ افسر و اورنگ نہین

کام کرنے کے بہت سے ہین جو کرنا چاہین
اب بھی یہ دائرۂ سعی و عمل تنگ نہین

سال مین یہ جو تماشا سا ہوا کرتا ہے
کام کرنے کا یہ انداز نہین ڈھنگ نہین

کچھ تو نظم و نسق ملک مین بھی دیجیے دخل
شیوۂ حق طلبی ہے یہ کوئی جنگ نہین

پھر نہ کچھ نظمِ حکومت مین ہے اصلاح ضرور
ہم نہ مانینگے کہ اس آئینہ مین زنگ نہین

کم سے کم حاکمِ اضلاع تو ہون اہلِ وطن
کیا ہزارون مین کوئی صاحبِ فرہنگ نہین

خطاب بہ رائٹ آنریبل سید امیر علی

سنہ ۱۹۱۲ء مین مسلم لیگ نے اپنے اہم اجلاس کے لیے جسمین احرار کی دراندازی کا خوف تھا آنریبل سید امیر علی کو صدارت کے لیے نامزد کیا تھا، اونھون نے منظور کیا مگر عین وقت پر اسلیے انکار کیا کہ لیگ سفر خرچ کی رقم مہیا نہ کرسکی،

اغماض چلتے وقت، مروت سے دور تھا
اس وقت پاس آپ کا ہونا ضرور تھا

ہر چند لیگ کا نفسِ واپسین ہے اب
اس ہستیِ دوروزہ پہ جس کو غرور تھا

وہ دن گئے کہ بتکدہ کو کہتے تھے حرم
وہ دن گئے کہ خاک کو دعوائے نور تھا

وہ دن گئے کہ شانِ غلامی کے ساتھ بھی
ہر بوالہوس خمارِ سیاست مین چور تھا

وہ دن گئے کہ "شارعِ اول" کا حرف حرف
ہم پایۂ کلامِ سخنگوئے طور تھا

وہ دن گئے کہ فتنۂ آخر زمان کے بعد
گویا کہ اب امامِ زمان کا ظہور تھا

اب معترف ہین دیدہ ورانِ قدیم بھی
اس نقشِ سیمیا مین نظر کا قصور تھا

اس دستِ مرتعش مین نہ تھی قوتِ عمل
اک کاسۂ تہی کا یہ سر پر غرور تھا

یہ لمعۂ سراب تھا، نہ تھا چشمۂ بقا
یہ تیرگی تھی، جسکو سمجھتے تھے نور تھا

آئینِ بندگی مین تملق کی شان تھی — اخلاص و صدق، شائبۂ مکر و زور تھا
ان کی دکان کی وہ ہوا اب بگڑ چلی — جن کے گھرون مین جنسِ وفا کا وفور تھا
اب یہ کھلا کہ واقفِ سِر تھا اسیقدر — جو جسقدر مقامِ تقرب سے دور تھا
ہردم برادرانِ وطن کی برائیان — ظاہر ہوا کہ فتنۂ اربابِ زور تھا
سب مٹ گیا سیاست سی سالہ کا طلسم — اک ٹھیس سی لگی تھی کہ یہ شیشہ چور تھا

لے دے کے رہ گیا تھا سہارا بس آپ کا — یہ جسمِ مُردہ منتظرِ نفخِ صور تھا
امید تھی کہ اب بدل جائینگے اصول — مٹ جائیگا نظام مین جو کچھ فتور تھا
ہوگی کچھ اب نظامِ حکومت پہ گفتگو — جس دن کا منتظر کہ ہراک باشعور تھا
دینگے برادرانِ وطن کو پیامِ صلح — آویزشِ عبث سے ہراک دل نفور تھا
یہ کیا ہوا کہ آپ نے بھی بیرخی سی کی؟ — کیا آپ کو بھی رازِ نہان پر عبور تھا؟
یا یہ سبب ہوا کہ پراگندہ تھا مزاج — از بسکہ "آستانہ" مین شور و نشور تھا؟

ممکن ہے اور بھی ہون کچھ اسباب ناگزیر
پر سب بھی، یہ آپ کا آنا ضرور تھا

مسلم لیگ

لیگ کو جب نظر آیا کہ چلی ہاتھ سے قوم
اک نیا روپ بھرا سنئے بہ اندازِ دگر

منظرِ عام پہ لوگوں سے کیا اس نے خطاب
کہ نہیں سلف گورنمنٹ سے اب ہم کو مفر

اک ذرا سی مگر اس لفظ میں تخصیص بھی ہے
جس سے ہیں متفق اللفظ سب اربابِ نظر

یعنی وہ سلف گورنمنٹ کہ ہو "سوٹ ایبل"
یا کہ "موزوں و مناسب" ہو بالفاظِ دگر

یہ مسلّم کہ ہر اک ملک کی حالت ہے جدا
جس کا آئینِ حکومت پہ بھی پڑتا ہے اثر

جو حکومت کہ کناڈا کے لیے ہے موزوں
ہے وہی مملکتِ ہند میں سرمایۂ شر

ملک میں ہم بھی ہیں، ہندو بھی ہیں عیسائی بھی
جو کہ ہیں نخلِ حکومت کے لیے برگ و ثمر

واقعی قیدِ "مناسب" ہے بجا اور "موزوں"
آپ اس قید کو کس کام میں لائیں گے مگر؟

پہلے بھی آپ تو اس حصن میں لیتے تھے پناہ
پہلے بھی آپ اسی دشت میں تھے راہ سپر

جب کبھی کوئی بھی تحریکِ سیاسی ہوگی
آپ اس "قیدِ مناسب" کو بنائیں گے سپر

اب بھی ہیں جادۂ مقصد کے وہی نقشِ قدم
اب بھی اوراقِ سیاست کا وہی ہے منظر

یہ وہی لفظ ہے مجموعۂ صد گونہ فریب
یہ وہی لفظ ہے سرمایۂ صد گونہ ضرر

آپ ہر بار جو بڑھ بڑھ کے پلٹ آتے ہیں
ہے اسی شیوۂ تعلیمِ علیگڑھی کا اثر

آپ کے فلسفۂ نو کے یہ الفاظ جدید
گو بظاہر ہین فریبندۂ ارباب بصر

ہے حقیقت مین اسی متن غلامی کی یہ شرح
ہے حقیقت مین اسی نخل سیاست کا ثمر

چند جملے جو زبانون پہ چلے آتے ہین
آپ دہراتے ہین ہر بار باندازۂ دگر

ایک انمین سے ہے یہ بھی کہ "ابھی وقت نہین"
ہے اسی لفظ کی تشریح یہ الفاظ دگر

آج یہ لفظ "مناسب" جو نیا وضع ہوا
آپ اسی لفظ کو ہر بار بنائین گے سپر

آپ کے دائرۂ بحث کا مرکز تھا یہی
آپ کی گردش پیہم کا یہی تھا محور

آپ اس دام سے برسون بھی نہ چھوٹینگے کبھی
آپ اس کوچۂ پرخم سے نہ ہونگے سر بر

آپ اس بھول بھلیان سے نہ نکلینگے کبھی
دل سے جائیگا نہ تعلیم غلامی کا اثر

جب کہین بھی کوئی پہلوے غلامی ہوگا
ہر طرف پھر کے اسی نقطہ پہ ٹھہریگی نظر

اسقدر سرد مزاج اور پھر اسپر تبرید
خوف یہ ہے کہ پہونچ جائے نہ فالج کا اثر

آپ کچھ گرم دوائین جو گوارا فرمائین
ہم دعاگو یہ سمجھتے ہین کہ ہوگا بہتر

خطاب بہ احرار
ایک مرکز کی ضرورت

یہ جو لیڈر شکنی آپ نے کی خوب کیا
قوم اب طوق غلامی سے ہے بالکل آزاد

لوگ اب حلقۂ تقلید مین ہونگے نہ اسیر
ٹوٹ جائے گا طلسم اثر استبداد

ہان مگر ایک گذارش بھی ہے یہ قابل غور
یہ تو فرمایئے اس باب مین کیا ہے ارشاد؟

بتکدے آپنے ڈھائے بہت اچھا لیکن
شرط یہ ہے کہ حرم کی بھی تو رکھیے بنیاد

آبلہ قابل نشتر تھا، یہ مانا، لیکن
دیکھیے یہ کہ کہین زخم مین آئے نہ فساد

آپ کہتے ہین کہ وہ جمع ناجائز تھا
خیر جو کچھ تھا مگر جمع تو تھے کچھ آزاد

اب کوئی مرکز قومی ہے نہ توحید خیال
نہ کوئی جادۂ مقصد ہے نہ کچھ توشۂ زاد

خوف یہ ہے کہ بکھر جائے نہ شیرازۂ قوم
خوف یہ ہے کہ یہ ویرانہ نہ ہو پھر آباد

ذرے جسطرح سے ہو جاتے ہین اُڑ اڑ کے فنا
یونہی ہو جائیگی پھر قوم بھی آخر برباد

نکتہ چینی سے فقط کام نہین چل سکتا
یہ بھی لازم ہے کہ کچھ کام بھی ہو پیش نہاد

بھاپ پر زور ہے لیکن کوئی انجن بھی تو ہو
کام کیا آئیگا نشتر جو نہ ہوگا فصّاد،

جزر و مد

الہلال کا لب و لہجہ

دیکھ کر حریتِ فکر کا یہ دورِ جدید
سوچتا ہون کہ یہ آئین خرد ہے کہ نہین؟

رہنماؤن کی یہ تحقیر، یہ اندازِ کلام،
اسمین کچھ شائبۂ رشک و حسد ہے کہ نہین؟

اعتراضات کا انبار جو آتا ہے نظر
اُسمین کچھ قابلِ تسلیم و سند ہے کہ نہین؟

نکتہ چینی کا یہ انداز، یہ آئینِ سخن
بزمِ تہذیب مین مستوجبِ رد ہے کہ نہین؟

جس نئی راہ مین ہین بادیہ پیما یہ رنگ
کوئی اس جادۂ مشکل کا بلد ہے کہ نہین؟

شاطرون نے جو نئی آج بچھائی ہے بساط
ان کی اسپر بھی کہین سے کوئی زد ہے کہ نہین؟

پہلے گر شانِ غلامی تھی، تو اب خیرہ سری
اس دوراہے مین کوئی بیچ کی حد ہے کہ نہین؟

فیصلہ کرنے سے پہلے، مین ذرا دیکھ تو لون
"جزر" جیسا تھا، اُسی زور کا "مد" بھی ہے کہ نہین

احرارِ قوم
اور
طفلِ سیاست

یہ اعتراض آپ کا بیشک صحیح ہے
احرارِ قوم مین ہین بہت خامیان ابھی

چلتے ہین تھوڑی دور ہر اک راہرو کے ساتھ
گم گشتہ طریق ہے، یہ کاروان ابھی

زود اعتقادیان ہین، تلوّن ہے، وہم ہے
ہو جاتے ہین ہر ایک سے یہ بدگمان ابھی

دل مین نہ عزم ہے، نہ ارادون مین ہے ثبات
جیتے نہین ہین معرکۂ امتحان ابھی

بے اعتدالیان ہین ادائے کلام مین
باہر ہے اختیار سے ان کی زبان ابھی

ہر دم ہین گو مسائلِ ملکی زبان پر
ان مین سے ایک بھی تو نہین نکتہ دان ابھی

یہ سب بجا درست، مگر سچ جو پوچھیے | جو کچھ کہ ہے، یہ ہے اثرِ رفتگان ابھی
یہ ہے اوسی سیاستِ پارینہ کا اثر | گو شمع بجھ چکی ہے، مگر ہے دھوان ابھی
موزون نہین ہے جنبشِ اعضا تو کیا عجب | شب کے خمار کی ہین یہ انگڑائیان ابھی
چلنے مین لڑکھڑاتے ہین اک اک قدم یہ پانون | چھوٹے ہین قیدِ سخت سے یہ خستہ جان ابھی
بیکار کر دیے تھے جو خود بازوے عمل | گو کھینچتے ہین پر نہین کھنچتی کمان ابھی
آئے کہان سے قوتِ رفتار پانون مین | کچھ بیڑیان ہین پانون کی بندِ گران ابھی

غون غان ہے، کچھ مباحثِ ملکی نہین ہین یہ
اک طفل ہے سیاستِ ہندوستان ابھی

کفرانِ نعمت

منکرِ مے بودن و ہمرنگِ مستان زیستن

معترض ہین مجھ پہ میرے مہربانانِ قدیم | جرم یہ ہے مین نے کیون چھوڑا وہ آئینِ کہن؟
مین نے کیون لکھے مضامینِ سیاست پے بہ پے | کیون نہ کی تقلیدِ طرزِ رہنمایانِ زمن؟
دکانگرس سے، مجکو اظہارِ برات کیون نہین | کیون حقیقت لکھ رہا ہون ہندوؤن کا ہمسخن؟

خیر امین تو شامتِ اعمال سے جو ہون سو ہون | آپ تو فرمائیے، کیون آپ ہین ضد لاحلن؟

آپ نے شملہ مین جاکر کی تھی جو کچھ گفتگو — حاصل اسکا فقط یہ تھا، پس از تمہید فن
سعی بازو سے ملین جب ہندوؤنکو کچھ حقوق — اس مین کچھ حصہ ملے ہمکو بھی بہر "پنجتن"
یعنی جا کر شیر جب جنگل سے کرلائے شکار — لومڑی پہونچے کہ کچھ مجکو بھی اے سرکار من

لیکن اب تو آپکی بھی کھلتی جاتی ہے زبان — آپ بھی اب تو اڑاتے ہین وہی طرز سخن
ابتو "مسلم لیگ" کو بھی خواب آتے ہین نظر — ابتو ہے کچھ اور طرز نغمۂ مرغ چمن
ملک پر اپنی حکومت چاہتے ہین آپ بھی — تھا یہی تو منتہائے فکر، یاران وطن
آپ نے بھی اب تو نصب العین کہا ہے وہی — "کانگرس" کا ابتدا سے ہے جو موضوع سخن
آپ بھی تو جادۂ "سید" سے اب ہین منحرف — اب تو اوراق وفا پر آپ کے بھی ہے شکن

جب یہ حالت ہے تو پھر ہمپر ہے کیون چشم عتاب
"منکر مے بودن و ہمرنگ مستان زیستن"

ہنگامۂ مسجد کانپور

سنہ ۱۹۱۳ء

مسلمانانِ ہندوستان کے مذہبی و قومی جوش و خروش کے طوفان کا یہ سب سے بڑا خونین منظر ہے، جو عین اوس وقت رونما ہوا جب جنگِ بلقان کی آگ ایک طرف ہندوستان سے ہزارون میل دور روشن تھی، اور مسلمانون کے دل برطانی وزارت خارجہ کی روش سیاسی سے سخت مشتعل تھے، اور دلون کا بخار نکلنے نہین پایا تھا کہ صوبہ متحدہ کے گورنر سر جیمس مسٹن اور ان کے ماتحت حکام کانپور کی غلط کاریون نے خود ہندوستان مین اسکا ایک موقع بہم پہنچا دیا، کانپور کے محلہ مچھلی بازار مین ایک مسجد بر سر راہ تھی، وہان سے ایک نئی سڑک نکالی گئی، جس مین مسجد کا ایک حصہ جو وضوخانہ تھا بیچ مین آگیا، اور مسلمانون کی مرضی کے خلاف زبردستی اوسکو منہدم کردیا گیا، اس واقعہ نے تمام مسلمانون مین ایک آگ سی لگادی، ۳ مئی کو مسلمانانِ کانپور نے ایک عظیم الشان جلسہ منعقد کیا جلسہ مین کافی جوش و خروش پیدا ہوا، جلسہ کے بعد پرجوش مسلمانون نے جنھین بچے بھی تھے مسجد کا رخ کیا اور مسجد کی منہدم دیوار پر اینٹین چن چنکر رکھنے لگے، حکام نے یہ دیکھکر نہایت بیرحمی سے اس غیر مسلح فوج پر حملہ کرنے کا حکم دیا، اور باقاعدہ فوجی پولیس کے سپاہیون اور سوارون

نے اونپر گولیان برسائین، زخمیون مین ننھے ننھے بچے شامل تھے، شہدا کی تعداد کا صحیح اندازہ معلوم نہ ہوا، اس خونین سانحہ نے تمام ہندوستان کو خونی بنا دیا، مقررون کی زبانون، محررین کے قلم اور شعرا کے رجز اور نالون نے تمام ہندوستان کو دفعۃً بیدار کر دیا، یہ واقعہ مسلمانانِ ہند کی سیاسی جد وجہد اور آزادی پرستی، کے سلسلۂ تاریخ کی ایک اہم کڑی ہے، مولٰنا مرحوم پر اس واقعہ نے بیحد اثر کیا، اور یہ اثرات نالہائے موزون بنکر انکی زبان و قلم سے ادا ہوے، اور انھون نے ملک کے انقلاب مین مسلم طور سے بہت بڑا حصّہ لیا، اس واقعہ کے کئی برس کے بعد تک یہ نظمین ہندوستان مین بچہ بچہ کی زبان پر تھین، اور اب بھی ہین،

بعض مسلمان اکابر کی ثالثی سے خود ولیسرائے نے کانپور جا کر حکام کانپور اور عام مسلمانون کے درمیان ایک صلحنامہ مرتب کیا، جسکے رو سے نیچے سڑک اور اوپر مسجد کی چھت قائم رکھی گئی،

ہم کشتگانِ معرکۂ کانپور ہین

کل مجکو چند لاشۂ بیجان نظر پڑے
دیکھا قریب جا کے تو زخمون سے چُور ہین

کچھ طفلِ خردسال ہین جو چپ ہین خود مگر
بچپن یہ کہہ رہا ہے کہ ہم بے قصور ہین

آئے تھے اس لیے کہ بنائین خدا کا گھر
نیند آ گئی ہے منتظر نفخ صور ہین

کچھ نوجوان ہین، بیخبر نشۂ شباب
ظاہر ہین گرچہ صاحبِ عقل و شعور ہین

اُٹھتا ہوا شباب یہ کہتا ہے بیدریغ
مجرم کوئی نہیں ہے مگر ہم ضرور ہیں

سینہ پہ ہم نے روک لیے برچھیوں کے وار
از بسکہ مست بادۂ ناز و غرور ہیں

ہم آپ اپنا کاٹ کے رکھ دیتے ہیں جو سر
لذّت شناسِ ذوقِ دلِ ناصبور ہیں

کچھ پیر کہنہ سال ہیں دلدادۂ فنا
جو خاک و خون میں بھی ہمہ تن غرقِ نور ہیں

پوچھا جو میں نے کون ہو تم؟ آئی یہ صدا
"ہم کُشتگانِ معرکۂ کانپور ہیں"

علمائے زندانی

مساجد کی حفاظت کیلیے پولس کی حاجت ہے
خدا کو آپ نے مشکور فرمایا عنایت ہے

عجب کیا ہے کہ اب ہر شاہرہ سے یہ صدا آئے
"مجھے بھی کم سے کم اک غسل خانہ کی ضرورت ہے"

پنہائی جا رہی ہیں عالمانِ دین کو زنجیریں
یہ زیور سیدِ "سجاد" عالی کی وراثت ہے

یہی دس بیس اگر ہیں کُشتگانِ خنجر اندازی
تو مجکو سُستیِ بازوی قاتل کی شکایت ہے

شہیدانِ وفا کے قطرۂ خون کام آئیں گے
عروسِ مسجدِ زیبا کو افشاں کی ضرورت ہے

عجب کیا ہے جو نوخیزوں نے سب سے پہلے جانیں دیں
کہ یہ بچے ہیں اُنکو جلد سو جانیکی عادت ہے

شہیدانِ وفا کی خاک سے آتی ہیں آوازیں
کہ شبلی بمبئی میں رہ کے محرومِ سعادت ہے

آپ ظالم نہین زنہار یہ ہم ہین مظلوم

ہم غریبوں نے نہ پہلے تھا، نہ اب ہی انکار
کہ ہر اک شہر مین ہے آپکے انصاف کی دھوم

یہ بھی تسلیم ہے ہم کو کہ یہ جو کچھ کہ ہوا
اس مین ملحوظ رہے عدل کے آداب ہجوم

آپ قانون کی حد سے نہ بڑھے یک سرِ مو
فیر کا حکم دیا آپ نے جب بہرِ ہجوم

یہ حقیقت بھی مگر قابلِ انکار نہین
کہ بیک چشم زدن موت کو تھا اذنِ عموم

گولیان کھا کے جو گرتے تھے جوانانِ حسین
سب یہ کہتے تھے "قیامت ہے کہ جھڑتے ہین نجوم"

گولیون کے تھے نشان منبر و محراب پہ بھی
بلکہ در کا رہین مسجد کے لیے نقش و رسوم

جابجا خون سے مسجد ہے نگارین ابتک
یہ وہ صنعت ہے کہ تا حشر نہ ہوگی معدوم

پابزنجیر تھے مجرم بھی تماشائی بھی
اور پولیس کو یہ تھا عذر، کہ "ہم ہین محکوم"

واقعہ یہ ہے غرض، کوئی نہ مانے نہ سہی
"آپ ظالم نہین زنہار، یہ ہم ہین مظلوم"

کانپور میونسپلٹی کا خطاب
مسجد مچھلی بازار کانپور سے

اے مسجد شکستہ! اکنون دلگران مدار
کامادہ گشت چارۂ دردِ نہان تو

آدر چرخ و قاعدۂ آسمان بجاست
پاینده باد، نام تو هم نشان تو

ہرگز "بجانِ تو"، کہ گوارہ نہ کردہ ام　　اندیشہ کہ سودِ من است و زیانِ تو

اکنون برادرانہ بیا، قسمتے کنیم　　تا بانگ مرحبا شنوم از زبانِ تو

ہیچم دریغ نیست کہ بر جائے اولین　　بر پا کنند بام و درو سایہ بانِ تو

اما بشرطِ آنکہ گذارند بہرِ من　　از خاک تا بلندیِ سقفِ مکانِ تو

وز صحنِ خانہ تا لبِ بام، از آنِ تو　　وز بامِ خانہ تا بہ ثریا، از آنِ تو"

شرائطِ صلح

لوگ کہتے ہین کہ حکام ہین آمادۂ صلح　　یہ اگر سچ ہے تو جز خوبیِ تقدیر نہین

لیکن انعام گرانقدر و وظائف کی طرح　　یہ حقیقت مین کوئی صلح کی تدبیر نہین

مایۂ بحث اگر ہے، تو فقط مسجد ہے　　دیتِ قتل شہیدانِ جوان میر نہین

دادخواہِ حقِ مسجد ہین اسیرانِ جفا　　ورنہ انکو گلۂ سختیِ تقدیر نہین

ہم سے خود ذوقِ اسیری نے یہ کانومین کہا　　کہ "خمِ طرۂ محبوب ہے زنجیر نہین"

جزوِ مسجد کو اگر آپ سمجھتے ہین حقیر　　آپ کے ذہن مین اسلام کی تصویر نہین

آپ کہتے ہین "وضو خانہ تھا مسجد تو نہ تھی"　　یہ عجب مسئلہ فقہ کی تعبیر نہین

آپ اس بحث کی تکلیف نہ فرمائین کہ آہ　　حامل فقہ نہین، واقفِ تفسیر نہین

بند کرتے ہین جو یہ آپ جلادو کی زبان　　یہ بھی کچھ مانعِ آزادیِ تحریر نہین

اور بھی برہمیِ طبع کا سامان ہے یہ
فتنۂ عام کے دبنے کی یہ تدبیر نہین

فتح اس طرح کیا کرتے ہین اقلیمِ قلوب
تیر ترکش مین نہین ہاتھ مین شمشیر نہین

اور ہی کچھ ہے گرفتاریِ دل کی تدبیر
سختیِ طوق و گرانباریِ زنجیر نہین

جبر سے برہمیِ عام کا رُکنا ہے محال
یعنی اس خوابِ پریشان کی تعبیر نہین

دادخواہون سے ہز آنر نے جو ارشاد کیا
کہ یہ حکمِ ازلی قابلِ تغییر نہین،

حسنِ ظن کے جو گرفتار تھے یہ بول اُٹھے
اس مرقع مین بھی انصاف کی تصویر نہین

ہم اسیرانِ محبت سے یہی ہے جو سلوک
پھر نہ کہیے گا کہ فتراک مین نخچیر نہین

خون کے چند قطرے

اگرچہ آنکھ مین نم بھی نہین ہے اب باقی
اگرچہ صدمۂ بلقان سے جگر شق ہے

بچا رکھے ہین، مگر مین نے چند قطرۂ خون
کہ کانپور کے بھی زخمیون کا کچھ حق ہے

دنیا مین مسلمانونکی تعداد کیون نہین بڑھتی،

کیا پوچھتے ہو یہ کہ رسولِ عرب کی قوم
کیون گھٹ رہی ہے آج عدد مین ظہور مین

سُن لو وہ گنجہائے گرانمایہ دفن ہین
کچھ بلقان کی خاک مین کچھ کانپور مین

تقسیم عمل

هر یکے از ما چو کارِ خویشتن انجام داد
آن بود ٹیلر[۳] که فرمان داد بهر قتلِ ما

تا چرا این یک شکایت میکند از دیگرے
«این منم کاندر میانِ خاک و خون غلطیده‌ام»

پا بزنجیران کانپور

همقدم آپ کا ہونا تو بہت ہی دشوار
پاؤن کٹنے[۱] کا مجھے آج ہوا ہے صدمہ

ان کا کیا ذکر جو اس درد مین شامل ہی نہین
یعنی افسوس مین زنجیر کے قابل ہی نہین

وضو خانہ

گفتی[۲]، که وضو خانه به تعظیم نه ‌ارزد
مانندهٔ فرمانِ تو هستیم، ولیکن

زان رو که آن خانه، نه مسجد کنشت است
«معشوقِ من آنست که نزدیکِ تو زشت است»

تفریق و تجزی

ہمین جس چیز نے کھویا وہ تفریق و تجزی تھی
مگر اب تو در و دیوار تک اسکا اثر پہونچا

یہ وہ شی ہے کہ جو بربادی مسلم کے درپے ہے
وضو خانہ الگ اک چیز ہے، مسجد الگ شے ہے

۱ مولنا کا ایک پاؤن بندوق کے صدمہ سے کٹ گیا تھا۔ ۲ یہ حکام کا استدلال تھا کہ یہ منہدم حصہ مسجد مین داخل ہی نہ تھا، یہ تو وضو خانہ تھا، اس لیے اسکے منہدم کرنے مین کوئی حرج نہین،
۳ کلکٹر کانپور،

وحدت و کثرت

وحدت جسے کہتے ہین وہ کثرت سے الگ ہے، یہ تفرقہ بے شبہہ ہے مجھ کو نظر آتا
اس وہم کے دھوکے مین مگر آپ نہ آئین احول ہون مجھے ایک بھی ہے ۲ نظر آتا

مسجد کانپور کا وفد اور سر جمیس مسٹن کا جواب

"کردم و شد"

حضرت لاٹ لفرمود کہ "فرما نفرمائے نیست ممکن کہ دگر بگذرد از گفتہ [1] خود"
صدر اعظم (وزیر اعظم) بسوئے قسمت بنگالہ شرقی [2] نگہے کرد و لفرمود کہ "من کردم و شد"

شمشیر برطانیہ اور گریۂ حریت،

جناب لاٹ از فرمودہ خود برنمی گردد کہ تمکین حکومت را سیاست بشمشیر باید
ولے در قسمت بنگالہ این اندیشہ می بایست کہ گریہ کشتن اول روز می باید اگر باید

[1] سر جمیس مسٹن گورنر صوبہ متحدہ نے مسجد کا جو فیصلہ کیا تھا مسلمان اس مین بھی ترمیم کرانا چاہتے تھے، گورنر صاحب نے جواب دیا کہ جو فیصلہ ہو چکا اس مین ترمیم ممکن نہین، [2] اس لفظ مین ایک لطیف تلمیح ہے، لارڈ کرزن نے جب بنگال کی تقسیم کی تھی: مشرقی اور مغربی بنگال، تو بنگالیون نے سخت ہنگامہ برپا کیا، اس کے جواب مین وزیر اعظم نے فرمایا تھا کہ "ہماری حکومت کے احکام مین تغیر و تبدل نہین، یہ مختتم معاملہ ہے، اور اس مین تنسیخ قطعاً غیر ممکن" مگر اس یقین اور تاکید کا منظر یہ نظر آیا کہ جو شہنشاہ برطانیہ نے دلی آکر تاجپوشی کے موقع پر اس ناقابل تنسیخ حکم کو منسوخ کر دیا، اسی طرح اس مسجد کا معاملہ بھی ہوگا،

خطاب بحضور ویسراے

لارڈ ہارڈنگ ویسراے خود کانپور آکر مسجدِ کانپور کا فیصلہ کرتے ہین، اور تمام قیدی آزاد ہوتے ہین، شاعر کا اس پر اظہار شکریہ،

اے ہمایون گہرِ و افسرِ اورنگ شہی
وہ کیا تونے جو آئینِ جہانبانی ہے

تونے ظاہر مین رعایا سے جو کہائی ہی شکست
یہ حقیقت مین ظفر مندیِ سلطانی ہے

تونے سمجھا کہ رعایا کا وہ انبوہ، وہ جوش
گرچہ زاید نہ سہی، فطرتِ انسانی ہے

تیرے لطف و کرم عام نے دیدی یہ ندا
کوئی مجرم ہی، نہ قیدی ہی، نہ زندانی ہے

تونے اک آن مین گرتا ہوا گھر تھام لیا
بازوؤن مین یہ ترے زورِ جہانبانی ہے

بات رکھ لی تری تقریر نے حکام کی بھی
گرچہ لازم اُنھین اظہارِ پشیمانی ہے

گرچہ مدحِ امرا مین نے نہین کی ہی کبھی
شکرِ احسان مگر فطرتِ انسانی ہے

تیرے دربار مین پہنچینگے جو اوراقِ سپاس
ان مین یہ پیشکشِ شبلیِ نعمانی ہے،

مسلم یونیورسٹی

مسلمانونکے خواب کی تعبیر

مسلمانون کے اس عین بحران جوش کے زمانہ مین، شاید مسلمانونکی عنان توجہ کو سیاسیات سے تعلیمات کی طرف متوجہ کرنے کے لیے مسلم یونیورسٹی جو سر سید کے عہد سے مسلمانونکی سب سے خوشگوار تمنا اور انکی سی سالہ قومی جد و جہد کا محور تھی، اسکی تحریک سر آغاخان کی علمبرداری مین شروع کیگئی، اور اس کے لیے قوم سے تیس لاکھ کا چندہ مانگا گیا جو بہت جلد جمع ہوگیا، مولنا مرحوم یونیورسٹی وفد کیساتھ پنجاب گیے اور لاہور کے ایک جلسہ مین انھون نے یہ نظم پڑھی،

ہمین یک حرف از یونیورسٹی مدعا باشد ... کہ این سررشتہ تعلیم ما در دست ما باشد
علوم تازہ را با شرع و حکمت باہم آمیزیم ... الٰہی، با ریاضی و طبیعی آشنا باشد
بساطے تازہ چینیم و طرحے نو در اندازیم ... کہ در بزم نوی پیشینیان را نیز جا باشد
کنون دہ سال شد کین خواب نوشین در نظر داریم ... کہ خواب این چنین خوش و جان نواز و جانفزا باشد
و لے پیدا نہ شد این خواب را چون صبح تعبیرے ... گمان بردیم کین اندیشہ از روی خطا باشد
گہے با خویش می گفتیم کاسان گردد این مشکل ... و لے بایستہ صد محنت و رنج و عنا باشد
بود آسان کہ چون طفلان دو سہ نقشی کشی و انگہ ... بگوئی کین در و بام است و این قصر و سرا باشد

وسے آسان نباشد درسگاہے را بنا کردن — کہ خود ہرگونہ گون رنجوری مارا شفا باشد

درین بودیم ماکز پردہ گاہِ غیب سر برزد — ہمایون طلعتے کین عقدہ را مشکلکشا باشد

سر آغا خان کہ خود خوابست این تعبیر نوشین را — چہ خوش باشد کہ خواب از ما و تعبیر از خدا باشد

بکیش شیعہ و سُنّی سر آغا خان خدا نبود — ولیکن کشتیٔ اسلامیان را ناخدا باشد

کنون بینی کہ زود آن گلشن رنگین بپا گردد
کہ شبلی ہم درو یک بلبلِ رنگین نوا باشد

"یونیورسٹی کے سلسلہ مین سب سے اہم مسئلہ مسلمانون کے اور گورنمنٹ کے درمیان بعض شرائط کے تصفیہ کا تھا، ان مین تین باتین سخت متنازع فیہ تھین،

۱۔ مسلمان چاہتے تھے کہ یونیورسٹی کا نام "مسلم یونیورسٹی" ہو، اور گورنمنٹ "علیگڈہ یونیورسٹی" کہتی تھی،

۲۔ مسلمان چاہتے تھے کہ یونیورسٹی کو ہندوستان مین مسلمانون کے جس قدر کالج اور اسکول ہین، انکے الحاق کا اختیار ہو، گورنمنٹ اسکو تسلیم نہین کرتی تھی، اور اب تک تسلیم نہین کیا،

۳۔ گورنمنٹ نے یونیورسٹی کے متعلقہ امور کا آخری فیصلہ (ویٹو) اپنے حکام اعلےٰ کو دینے پر مصر تھی اور یہ مسلمان اس کے ماننے کے لیے تیار نہ تھے،

ارباب علی گڈہ چراغ پا تھے کہ اہم مسائل مین عام مسلمانون کو دخل اندازی

کی حاجت نہین، بہرحال اس بحث کو طے کرنے کے لیے لکھنؤ کے قیصر باغ مین یونیورسٹی
کا اساسی جلسہ (فونڈیشن کمیٹی) ۲۸ دسمبر ۱۹۱۲ء کو ہوا تھا، جسمین ملک کے تمام اکابر
اور رہنمایان ملت شریک تھے، اسمین ارباب علی گڈہ، راجہ صاحب محمود آباد کی سرگردگی
مین ایک طرف تھے، اور احرار کی جماعت، مسٹر محمد علی، (اب مولانا) اور مولانا
ابوالکلام کی سیادت مین دوسری طرف تھی، پہلے روز کے اجلاس مین محمد علی صاحب
نے جلسہ مین نہایت جوش پیدا کیا، اور احرار کی سربراہی کی لیکن دوسرے دن
دفعتہً معاملہ بدل گیا، واقعات شبینہ کیا تھے، کم لوگون کو معلوم ہین، بہرحال جلسہ
مین یہ نظر آیا کہ محمد علی صاحب ارباب علی گڈہ کی حمایت مین ہین، اور تنہا مولانا
ابوالکلام ادھر ہین، کہتے ہین کہ جابجا کالج کے طلبہ جنکو ووٹ دینے کا حق نہ تھا،
وہ نہایت اہتمام سے جلسہ کے اطراف مین باقاعدہ بٹھائے گئے اور انھون
نے اس قدر جلسہ پر استیلا، حاصل کرلیا، کہ موافقین کا چیرز سے دل بڑھایا اور مخالفین
کو "جشی جشی" کی آواز سے مبہوت کردیا، مخالفین نے ہرچند بولنے کی کوشش کی
ناکامی ہوئی، یہ واقعات اوس زمانہ مین نہایت اہم تھے،

مولانا کی اکثر نظمین اس مسئلہ کے متعلق طنزیہ ہین، انکو سمجھکر پڑھنا چاہیے،

یونیورسٹی فونڈیشن کمیٹی کا اجلاس لکھنؤ

۲۸- دسمبر سنہ ۱۹۱۲ء

یہ فیض ہے جماعتِ احرار کا ضرور — اب قوم کو جو شخص پرستی سے عار ہے
آزادیِ خیال کا جو کچھ کہ ہے اثر — یہ سب انھین کے فیض کا منت گزار ہے
لیکن یہ دیکھنا ہے کہ یہ عزم یہ ترنگ — ہے دیرپا کہ جوشِ جنونِ بہار ہے

اب کے جو لکھنؤ مین دکھایا گیا سمان — سچ پوچھیے تو مضحکہ روزگار ہے
دکھایا پہلے دن کہ ہر اک گوشۂ بساط — میدانِ رزم و عرصہ گہ گیر و دار ہے
غل ہے کہ وہ مقدمۃ الجیش[۱] آگیا — اب انتظارِ فوج یمین و یسار ہے
احرار کی صفون کی صفین ہین جمی ہوئین — مجلس تمام عرصہ گہ کارزار ہے
اسٹیج پر ہر ایک بپھرتا ہے اس طرح — گویا حریفِ رستم و اسفندیار ہے
ہاتھ اٹھ رہے ہین یا علمِ فتح ہے بلند — چلتی ہوئی زبان ہے یا ذوالفقار ہے
ہر نوجوان ہے نشۂ آزادگی مین مست — جو ہے وہ حریت کا سر پر خمار ہے
احرار کہہ رہے ہین نہ مانینگے ہم کبھی — ڈیٹو کا ویسرائے کو کیا اختیار ہے

[۱] محمد علی صاحب۔

الحاق اگر نہین ہے تو ہر سعی ہی عبث — "مُسلم" کا لفظ خاص ہمارا شعار ہے
جو والیانِ ملک کہ تھے زیبِ انجمن — سب دم بخود سے تھے کہ یہ کیا خلفشار ہے

یا صبح دم جو دیکھئے آکر تو بزم مین — نے وہ خروش و جوش نہ وہ گیر و دار ہے
ٹوٹی ہوئی صفین ہین علم سرنگون ہین سب — باندھے ہوئے تیغ گیر جو تھا، رعشہ دار ہے
"سازش" کا ایک جال بچھایا ہی ہر طرف — ہر شخص اُسکی فکر مین مصروفِ کار ہے
سرمستیان ہین دورِ قدح ہائے راز کی — ہر شخص "حکمتِ عملی" کا شکار ہے

جو بات کل تلک سببِ ننگ و عار تھی — وہ آج مایۂ شرف و افتخار ہے
جس بات پر کہ نعرۂ نفرین بلند تھے — اب وہ قبولِ خاطرِ ہر ذی وقار ہے
کل کہ چکے ہین کیا؟ یہ نہین اب کسی کو یاد — اب نکتہ ہائے زیر لبی پہ مدار ہے
خود آپ اپنے ہاتھ سے کھائی ہی گو شکست — کہتے ہین پھر "یہ فتحِ مُبین یادگار ہے"

حیران تھے عوام کہ کیا ماجرا ہے یہ — یہ کیا دو رنگیِ چمنِ روزگار ہے

احرار کا طریقِ عمل ہے اگر یہی
پھر کامیابیون کا عبث انتظار ہے

عرض نیاز بجناب ”مالک الملک“

”گر خامشی سے فائدہ اخفائے حال ہے
خوش ہون کہ میری بات سمجھنی محال ہے“

الحاق کی جو شرط نہ مانی جناب نے
کیا جانے کیا حضور کے دلمین خیال ہے

”مسلم“ کے لفظ مین تو کوئی بات ہی نہ تھی
کیا اس مین بھی حضور کو کچھ احتمال ہے؟

اسباب سوءِ ظن کے نئے کچھ عیان ہوے
یا پہلے ہی سے شیشۂ خاطر مین بال ہے؟

ہم تو ازل سے حلقہ بگوشِ نیاز ہین
یہ سر ہمیشہ زیرِ قدم پائمال ہے

ہم نے تو وہ ثنا و صفت کی حضور کی
جو خاص شیوۂ صفتِ ذوالجلال ہے

آیا کبھی نہ حرفِ تمنا زبان پر
یانتک تو ہم کو پاسِ ادب کا خیال ہے

اردو کے باب مین جو ذرا کھُل گئی زبان
ابتک جبین پہ عرقِ انفعال ہے

دامن غبارِ حق طلبی سے رہا ہے پاک
یہ فیضِ خاص رہبرِ دیرینہ سال ہے

آیا جو حریت کا کبھی دل مین وہم بھی
سمجھا دیا کہ جوشِ جنون کا اُبال ہے

ابتک اسی طریق پہ ہین بندگانِ خاص
گو صحبتِ عوام مین کچھ قیل و قال ہے

گردن جھکی ہوی ہے زبان گو ہے شکوہ سنج
باطن ہو انقیاد، جو ظاہر ملال ہے

اسحاق سے کچھ اور نہ تھا مدعائے خاص
بس اک عموم درسِ وفا کا خیال ہے

یعنی کہ پھیل کر یہ زمانے کو گھیر لے
ابتک جو مختصر یہ علی گڈھ کا جال ہے

یہ پالسی ہے شاہرۂ عام قوم کی
اس سے کوئی الگ ہے تو وہ خال خال ہے

پھر بھی حضور کی نہ گئیں سرگرانیاں
پھر بھی گنہگار مرا بال بال ہے

اتنی سی آرزو بھی پذیرا نہ ہو سکی
اب کیا کہیں کہ اور بھی کچھ عرضِ حال ہے

سنتے رہے وہ غور سے یہ داستانِ غم
جب ختم ہو گئی تو یہ لب پر مقال ہے

"حد سے اگر بڑھے گا تو ہو جائے گا مستتر
وہ درسگاہِ درسِ وفا کا جو خال ہے"

تقسیمِ عمل
مقدسین علیگڈھ
کا
قوم پر عتاب

مایوس گو ترقیِ قومی سے ہیں نہیں
لیکن ابھی تلک تو یہ سودائے خام ہے

رائیں تمام کج ہیں، خیالات سب غلط
گم کردۂ نجات ہر اک خاص و عام ہے

یہ تیس لاکھ قوم نے جو کر دیے عطا / بے شبہ عزم و ہمت عالی کا کام ہے
لیکن یہ گفتگو جو نئی چھڑ گئی ہے اب / یہ باعث تباہیِ ناموس و نام ہے
الحاق کی جو شرط نہ منظور ہو سکی / اک غلغلہ ہے، شور ہے، غوغائے عام ہے
لبریز ہے تصورِ باطل سے ہر دماغ / ہر سینہ عرصہ گاہِ ہوسہائے خام ہے
اب اس طرح سے چلتی ہے اک ایک کی زبان / گویا کہ ذوالفقارِ علی بے نیام ہے
دو کوڑیاں بھی جس نے نہ دین آجتک کبھی / اُسکی بھی نیند جوشِ جنون مین حرام ہے

اک غلغلہ بپا ہے کہ الحاق جب نہین / پھر کس بنا پہ جامعہ، قوم نام ہے
اسلام کے جو نام سے بھی متہم نہین / اس کو تو دور ہی سے ہمارا سلام ہے
مسلم نہین تو جامعہ، قوم بھی نہین / پھر کیون یہ شور و غلغلہ و اہتمام ہے
چندے لیے گیے تھے اسی شرط پر تمام / یہ نقضِ عہد ہے کہ جو شرعاً حرام ہے
یہ درسگاہِ خاص نہ تھا مدعائے عام / یہ وہ متاع ہی نہین جسکا یہ دام ہے

ان ابلہانِ قوم کو سمجھائے یہ کوئی / عالم کے کاروبار کا اک انتظام ہے
جس کی بنا تمام ہے تقسیم کار پر / یعنی ہر ایک شخص کا اک خاص کام ہے
عالم مین ہین ہر اک کے فرائض جُدا جُدا / یہ مسئلہ مسلمۂ خاص و عام ہے
ہے مقتدی کا فرض فقط امتثالِ امر / ارشاد و حکم منصبِ خاصِ امام ہے

تھا قوم کا جو فرض وہ تھا ابنِ عطائے زر ۔۔۔ آگے مقدسینِ علی گڈھ کا کام ہے
یہ بارگاہِ خاص، نہیں مجلسِ عوام ۔۔۔ سمعاً و طاعۃً یہ ادب کا مقام ہے

مخصوص ہیں مناصبِ خاصانِ بارگاہ
تم کون ہو جو تم کو یہ سودائے خام ہے!

مسئلۂ الحاق

مجھ کو حیرت تھی کہ تعلیم غلامی کے لیے ۔۔۔ وہ نیا کون سا پہلو ہے کہ جو باقی ہے
پہلے جو بزم کہ خاص تھی اس فن کیلئے ۔۔۔ آج جو کچھ ہے اسی درس کی مشتاقی ہے
اس کے ہوتے ہوئے پھر لیگ کی حاجت کیا تھی ۔۔۔ جب وہی بادۂ گلگون ہے وہی ساقی ہے
فیض ہے عالمِ بالا کا ابھی تک جاری ۔۔۔ استفادہ میں وہی شیوۂ اشراقی ہے
غلطی سے جو نئی چیز سمجھتے ہیں اُسے ۔۔۔ یہ فقط وہمِ غلط کار کی خلاقی ہے

شیخ صاحب نے کہا مجھ سے باندازِ لطیف ۔۔۔ اسمیں اک راز ہے اک نکتۂ اشراقی ہے

"یوں تو ہیں جامعۂ درسِ غلامی دونوں
فرق یہ ہے کہ وہ محدود یہ الحاقی ہے"

یونیورسٹی اور الحاق

شرطِ الحاق یہ اصرار اور ایسا اصرار
شیوۂ عقل نہین بلکہ یہ ہے کج نگہی

درسگاہین ہین کہان کیجیے جنکا الحاق
اور اگر ہین بھی تو بیکار ہین یا طبل تہی

لوگ جس چیز کو کہتے ہین "علی گڈہ کالج"
چشم بینا ہو تو ہے جامعۂ قوم یہی

یہ وہی قبلۂ حاجات ہی سوچین تو ذرا
یہ وہی کعبۂ مقصود ہے دیکھین تو سہی

آج جو لوگ ہین جمعیتِ قومی کے امام
جنکا ارشاد ہی ہمپایۂ طغرائے شہی

سب کے سب متفق اللفظ یہی کہتے ہین
اِنَّ ھٰذَا لَھُوَ الحَقّ وَ اٰمَنَّا بِہٖ

قوم کا دیکھیے بچپن کہ یہ سب سنکے کہا
"جو کھلونا مجھے دکھلایا اٹھا لونگی تو وہی"

یونیورسٹی ڈیپوٹیشن

واقعہ یہ ہے کہ اس جلسہ مین جب تحریک یہ کی گئی تھی کہ معاملات کے تصفیہ کے لیے ویسراے کی خدمت مین حسب ذیل ارکان کا ایک وفد بھیجا جاسے، خواجہ

علامہ اثقلین صاحب مرحوم نے اسکی سخت مخالفت کی، مگر جب اونکا نام بھی داخلِ وفد کرلیا گیا تو وہ فوراً سرد پڑ گئے،

تھی سفارت کی جو تجویز بظاہر موزون — اہل مجلس بھی بظاہر نظر آتے تھے خموش
دفعتہً دائرۂ صدر سے اُٹھا اک شخص — جس کی آزادیِ تقریر تھی غارتگرِ ہوش
اُس نے اِس زور سے تجویز پہ کی ردّ و قدح — چونک اُٹھے وہ بھی جو بیٹھے ہوئے تھے پنبہ بگوش
اہل مجلس نے جو بدلا ہوا دیکھا انداز — ڈر ہوا یہ کہ کہین اور نہ بڑھ جائے خروش
صدرِ محفل نے بلا کر اُسے آہستہ کہا — "کہ تو ہم شاملِ وفدستی و این مایہ مجوش"
بادۂ جامِ سفارت سے مرد افگن تھا — ایک ہی جرعہ مین وہ شیرِ جری تھا خاموش
اب نہ وہ طرزِ سخن تھا نہ وہ آزادیِ راے — نہ وہ ہنگامہ طرازی تھی نہ وہ جوش و خروش
جس کی تقریر سے گونج اُٹھا تھا اجلاس کا ہال — اب وہ اک پیکرِ تصویر تھا بالکل خاموش
سخت حیرت تھی کہ اک ذرۂ خاکستر تھا — وہ شرارہ جو ابھی برق سے تھا دوش بدوش
دیکھتے ہین تو حرارت کا کہین نام نہین — ہوگیا شعلۂ سوزندہ بھڑک کر خس پوش

اہل ثروت سے یہ کہدو کہ مبارک ہو تمھین
للہ الحمد ابھی ملک مین ہین رآفروش

یونیورسٹی ڈیپوٹیشن

آپ نے بحثِ سفارت پہ جو کی تھی تقریر — تھا حقیقت مین وہی شیوۂ آزادوشی

دفعتہً طبع مبارک نے جو بدلا انداز
سب کو حیرت تھی کہ کیون آپنے کی کجروشی

یا تو اس زور سے تھے آپ سفارت کے خلاف
یا کہ خود آپ ہی شامل تھے اسی مین بخوشی

بادۂ جام سفارت، طرب انگیز سہی،
آپکی شان کو زیبا نہ تھی یہ بادہ کشی

کھینچکر اک نفس سرد، یہ ارشاد ہوا
"ذوق این بادہ ندانی بخدا تا نہ چشی"

مسلم یونیورسٹی کا نصاب تعلیم

ہمارے لیڈرونکے مشغلے اب بڑھتے جاتے ہین
کہ اب سازش کی بھی باقاعدہ تعلیم ہوتی ہے

ہماری مجلس قومی کے جب اجلاس ہوتے ہین
تو اخلاقی قواعد مین بھی کچھ ترمیم ہوتی ہے

بٹھائے جاتے ہین کالج کے لڑکے صدر پایین مین
سکھائی جاتی ہے جو کچھ نئی اسکیم ہوتی ہے

ادھر اسٹیج پر سرگوشیان ہوتی ہین آپس مین
اشارون مین ادھر فرد عمل تقسیم ہوتی ہے

طلسم چشم و ابرو کے جو اسرار نہانی ہین
نوآموزون کو انکی دمبدم تعلیم ہوتی ہے

کسی پر تالیان بجتی ہین، تحقیر و اہانت کی
کسی کی ہر ادا پر عزت و تکریم ہوتی ہے

کسی آزاد گو کے کان مین کچھ پھونکدیتے ہین
کہ جس سے کچھ امید شیوۂ تسلیم ہوتی ہے

شکایت ہوتی ہے جب تشنہ کامان تفاخر کو
تو پھر جام سفارت مین بھی کچھ تقسیم ہوتی ہے

یہانتک تو خدا کے فضل سے ہمنے ترقی کی
اب آگے دیکھیے اس فن مین کیا ترمیم ہوتی ہے

ندوۃ العلما

کا

فتنہ سلسلہ ۱۹۱۴ء

مولٰنا مرحوم دارالعلوم ندوہ کے معتمد کی حیثیت سے مدرسہ مین جو اصلاحات کرنا چاہتے تھے بعض ارکان نے انکی مخالفت کی اور خود مولٰنا پر الزامات لگائے، بالآخر مولٰنا نے استعفا دیدیا، طلبہ کو اس واقعہ سے سخت صدمہ پہنچا، اور انھون نے اس کے خلاف تین ماہ تک ایسی عظیم الشان اسٹرائک جاری رکھی کہ تمام ملک انکی صدائے فریاد سے گونج اٹھا، اور دو تین مہینون تک تمام اردو اخبارات ان واقعات کے ذکر سے لبریز رہتے تھے، علی گڈھ کے ارباب حل وعقد جو کبھی معاملات ندوہ سے دلچسپی نہین لیتے تھے، انھون نے مخالفین کا پورا پورا ساتھ دیا، لیکن حزب الاحرار کی قیادت مین پورا ملک طلبہ سے ہمدردی رکھتا تھا، ریاستون نے عطیے بند کر دیے،

علی گڈھ کانفرنس نے بعض ریاستون کی تحریک سے اپنے چند عہدہ دارون کو اس غرض سے ندوہ بھیجا کہ وہ دفتر اور مدرسہ کا معائنہ کرکے روداد تیار کرین، اور دفتر نظامت نے یہ ننگ گوارا کیا کہ ان چند محررون کو اپنے "مدرسہ اعظم" کا تحقیقی معائنہ کرا کر ان سے سند توثیق حاصل کرے، ان واقعات سے متاثر ہو کر شاعر نے یہ نظمین کہی ہین،

جنگِ زرگری

"حُبِّ علیؓ"؟ "یا بغضِ معاویہؓ"؟

کیا لطف ہی کہ حامیِ ندوہ ہین اب وہ لوگ — جنکو کہ اس کے نام سے بھی اجتناب تھا
وہ لوگ جنکی رائے مین یہ ندوہ غریب — اک بیہدہ خیال تھا، یا آنکہ خواب تھا
وہ لوگ جنکی رائے مین تعلیم کا یہ طرز — اعلانِ جنگ "سید" عالیجناب تھا
وہ لوگ جنکی رائے مین یہ ندوہ حقیر — تعلیم مغربی کے لیے سدِّ باب تھا
وہ لوگ جنکی رائے مین ندوہ کا یہ طلسم — سر تا قدم فریب دہِ شیخ و شاب تھا
ندوہ کا نام سنکے جو کھاتے تھے پیچ و تاب — جنکے لیے وہ موجبِ رنج و عذاب تھا
حیرت یہ ہی کہ مجمعِ دہلی[۱] مین یہ گروہ — ندوہ کے حل و عقد کا نائب مناب تھا
ندوہ پہ حرف گیر جو ہوتا تھا کوئی شخص — وہ اس گروہِ پاک کا وقفِ عتاب تھا
ندوہ مین کوئی نقص بتاتا اگر کوئی — انکی طرف سے ایک کا سو سو جواب تھا
سیارگانِ چرخِ علی گڈہ تھے پیش پیش — جن مین کوئی قمر تھا، کوئی "آفتاب" تھا
حیرت مین تھے تمام تماشائیانِ بزم — یعنی یہ کیا طلسم تھا؟ کیا انقلاب تھا؟
ندوہ کہان، کہان وہ علی گڈہ کی انجمن!؟ — اس بزمِ قدس مین یہ کہان باریاب تھا؟

[۱] جلسہ دس مئی سنہ ۱۳ء متعلق اسٹرائک ۱۲

کس دن کی دوستی ہی یہ کب کا ہی ارتباط؟؟ — یون کب وہ موردِ کرمِ بے حجاب تھا؟
شایانِ آفرین ہی وہی ندوۂ غریب — جو مدتون سے موردِ خشم و عتاب تھا
سرشار ہی حمایتِ ندوہ مین وہ گروہ — جسکو کہ اس کے ذکر سے بھی اجتناب تھا
بغضِ معاویہ رضہ سے، یہ حبِ علی رضہ نہین — اک ایک کی زبان پہ یہ فصل الخطاب تھا

یہ قصۂ لطیف ابھی ناتمام ہے
جو کچھ بیان ہوا ہی یہ آغازِ باب تھا

ندوۃ العلماء

اور

ننگ معائنۂ اغیار

آتا ہے اب معائنۂ ندوہ کا مشن — جو اختراعِ مجمعِ حکمت شعار ہے
جن مین سے کچھ شریکِ نزاعِ قدیم ہین — کچھ ابتدا سے بانیِ آغاز کار ہے
جن مین سے کوئی محکمۂ راز کا شریک — مضمونِ آفتاب کا مضمون نگار ہے
خود کوزہ گر ہے، خود گلِ کوزہ بھی ہی وہی — جو صلح ہے، وہی روشِ کارزار ہے
کیا شانِ ایزدی ہے کہ وہ ندوۂ علوم — جو مدعیِ رہبریِ روزگار ہے
جو مایۂ امید ہے نسلِ جدید کا — جو کاروانِ رفتہ کی اک یادگار ہے
جس پر یہ حسنِ ظن ہی کہ ہے مجمعِ کرام — جس کا کہ مصر و شام مین اب تک وقار ہے
آیا تھا جس کے شوق مین وہ فاضلِ عرب[1] — جس کا مرقع ادبی المنار ہے

[1] سید رشید رضا اڈیٹر المنار مصر

سوٹ ایبل سلف گورنمنٹ

کل کہ رہی تھی لیگ یہ احرارِ قوم سے — "جو جو بلائیں[1] مجھ پہ پڑی تھیں وہ ہٹ گئیں
اب قیدِ "سوٹ ایبل" سے ہو کب دیکھئے نجات — وہ بیڑیاں تو خیر کسی طرح کٹ گئیں"

سرسیّد کی سیاسی بلاغت

کا

آمد و آورد

کوئی پوچھے تو کہدونگا، ہزاروں مین یہ بات — روشِ سیّدِ مرحوم خوشامد تو نہ تھی
ہان مگر یہ ہے کہ تحریکِ سیاسی کے خلاف — انکی جو بات[2] تھی آورد تھی آمد تو نہ تھی

ردِّ عمل

"متین اللہ"[3] اور "جوش محمد"

اعتدال آپ نے[4] نہ پایا ہے نہ آئیگا کبھی — آپ کی طرح سے مجھ کو بھی یہی کھٹکا تھا
یہ تو ہوتا ہے کہ اچھلے گی اسی زور سے اب — آپ نے قوم کو جس زور سے دے پٹکا تھا

[1] یعنی آزادی کی راہ مین، [2] سر سیّد مرحوم کے یہ خیالات ذاتی نہ تھے، بلکہ انگریزان کے منت بردشتی کہلواتے تھے۔ اور سر سید کالج کی محبت مین یہ سب کچھ گوارہ کرتے تھے جیسا کہ مولانا نے اپنے مشہور سلسلہ ۔ ۔

ناصحانِ مشفق کو دیوانگانِ حریت کا جواب

آشنائی مین تو اک عمر بسر کی مین نے	اب تو بس ہے مجھ کو بیگانہ ہی رہنے دیجئے
مدتون آپ نے عاقل تو مجھے دیکھا ہے	اب تو کچھ دن مجھے دیوانہ ہی رہنے دیجئے

قال" کے بجائے "حال" درکار ہے

لیگ والون سے کہا مین نے کہ باتین کبتک؟	یہ تو کہیے کہ عمل کی بھی بنا ڈالی ہے؟
ایک صاحب نے کہا آپ نہ گھبرائین ابھی	"حال" بھی آئیگا، ابتک تو یہ "قوالی" ہے"

سلہ (بقیہ حاشیہ قبل)، "مسلمانون کی پولیٹیکل کروٹ" مین بدلائل ثابت کیا ہے، سلہ سنہ ۱۹۱۲ء مین جب مسلمانون مین حکومت کے خلاف انتہائی جوش تھا، اور طرابلس، بلقان، کانپور اور یونیورسٹی کے معاملات یکے بعد دیگرے پیش آرہے تھے، اور مسلمانان کے آزاد اخبارات اور احرار مقررین مسلمانون کو پورے جوش سے حریت و آزادی کی تعلیم دے رہے تھے، اس وقت صاحبزادہ آفتاب احمد خان صاحب (سابق سکریٹری ایجوکیشنل کانفرنس و حال ممبر انڈیا کونسل) نے ایک رسالہ "متین اللہ اور جوشِ محمد" کے مکالمہ کی صورت مین لکھا تھا، "متین اللہ" سے مقصود "وفادار او معتدل فرقہ" علی گڈہ اور "جوشِ محمد" سے مراد "پرجوش فرقۂ احرار" تھا، اس مین یہ دکھایا گیا تھا کہ مطالبات مین متانت و نرمی سے کامیابی ہوگی جوشش اور گرمی سے نہین،

سلہ احرار کے فرقۂ جدید مین،

شذراتِ نظم

متعلق سیاسیات

آیندہ مسلم لیگ کی صدارت

سنہ ۱۹۱۴ء

لیگ نے "سلف گورنمنٹ" کی جو کی خواہش — وہ سمجھتی تھی کہ یہ طرزِ بدیع اچھا ہے
لیکن اب اوسنے یہ سمجھا کہ غلط تھا وہ خیال — کہ ملازم وہی اچھا، جو مطیع اچھا ہے

ابکی ہو جائیگا اس جرأتِ بیجا کا علاج
لیگ مجرم ہے تو ہونے دو "شفیع" اچھا ہے[1]

درسِ پیشوائی کی ابجد

گورنمنٹ کی نگاہ میں عزت حاصل کرنے کا ذریعہ

مین نے یہ حضرتِ والا سے کئی بار کہا — "یہ تو اندازِ خوشامد ہے، اسے کیا کیجئے"
مسکرا کر یہ کہا مجھ سے کہ "ہان! سچ ہے، مگر — کامیابی کی یہ ابجد ہے، اسے کیا کیجئے؟"

[1] مسلمانونکے اس ہنگامۂ جوش مین، اربابِ مسلم لیگ نے مسٹر محمد شفیع بیرسٹر لاہور (حال سر محمد شفیع ممبر اگزکٹیو کونسل) جو مسلمانونکے ان ہنگامون سے الگ تھے اور اسلیے حکومت کی نظر مین محبوب تھے، مسلم لیگ کا صدر بنانا تجویز کیا، شاعر نے اسکی وجہ یہ تلاش کی ہے کہ ارکانِ مسلم لیگ کو حکومت کے پیشگاہ مین ایک شفیع کی ضرورت تھی تاکہ مسلم لیگ سے حریت و آزادی کے جو چند جرائم ہو گئے ہین وہ معاف ہو سکین،

افسونِ حریت

معتدلین سے خطاب

لاکھ آزادیٔ افکار کو روکا لیکن	یہ وہ افسون ہے کہ ہر شخص پہ چل جاتا ہے
غیر کمبخت تو گستاخ تھے مدت سے مگر	اب تو کچھ آپ کے منہ سے بھی نکل جاتا ہے

حرکتِ اضطراری

کامیابی میں بس اک آدھ برس باقی ہے	لیگ سے سلسلۂ کانگرس باقی ہے
اب بھی آجاتی ہے کالج سے خوشامد کی صدا	جا چکا قافلہ اب بانگ جرس باقی ہے

رسّی کا بل

بیڑیاں اور تو کٹ جائینگی کٹتے کٹتے	کوئی اس مرحلۂ سعی میں ناکام نہیں
دوست اصل کا یہ مگر سلسلۂ بے معنی	ہے وہ آغاز کہ جس کا کہیں انجام نہیں

۱؎ یہ سیاسی پیشین گوئی کتنی صحیح ثابت ہوئی، ۲؎ علی گڈھ کالج جو اب علی گڈھ مسلم یونیورسٹی ہے،

۳؎ اس لیے کہ یہ آزادی اور غلامی دونوں مسئلوں کے لیے حد سے زیادہ وسیع ہیں جب کبھی آزادی پسند اس لفظ کو بدنا

جائینگے تو اس کا مشق غلامی کی بھی تائید ہوتی ہے، غلامی پسند اگر وسعت آزادی کا اظہار ہیں تو یہ ہمیشہ مخالفت کریں گے،

وہ اختلاط، دُر، دوئی صاف اب نہین
گم گشتگانِ راہ سے ہے کاروان الگ

جو لوگ ہین متاعِ خوشامد کے مایہ دار
کھولین گے اب وہ ملک مین اپنی دکان الگ

مختصر فسانۂ بزم شبینہ ہے
سنئے گا "الہلال" مین یہ داستان الگ

مسلم وفاداری

"وفد کا ایڈریس"

سچ تو یہ ہے کہ وفا کیشِ ازل ہین ہم لوگ
ہم کو شکوہ نہین، آئینِ جہانبانی کا

ہم نے یہ لکھ کے جو دی آپ کو تحریرِ وفا
یہ مثنیٰ ہے، ہماری خطِ پیشانی کا

مشق ہی جادۂ طاقت یہ ہمین چلنے کی
ہم سے اس راہ مین اغیار کبھی بڑھ نہ سکے

ہم نے تحریرِ وفا پڑھ کے سنائی اونکو
کہ ذرا خط جو خفی تھا، تو وہ خود پڑھ نہ سکے

جنگ یورپ اور ہندوستانی

اگست ۱۴ء مین بڑی لڑائی کے موقع پر کہی گئی، مولٰنا نے جنگ یورپ پر فقط یہی اک نظم لکھی تھی کہ نومبر ۱۴ء مین وفات ہی پائی،

اک جرمنی نے مجھ سے کہا از رہِ غرور
آسان نہین ہے فتح، تو دشوار بھی نہین

برطانیہ کی فوج ہی دس لاکھ سے کچھ کم
اور اس پہ لطف یہ ہی کہ طیارہ بھی نہین

باقی رہا فرانس تو وہ رند لم یزل
آئین شناسِ شیوۂ پیکار بھی نہین

مین نے کہا غلط ہی ترا دعوئ غرور
دیوانہ تو نہین ہی تو ہشیار بھی نہین

ہم لوگ اہلِ ہند ہین جرمن سے دس گنے
تجھکو تمیزِ اندک و بسیار بھی نہین"

سنتا رہا وہ غور سے میرا کلام اور
پھر وہ کہا جو لائقِ اظہار بھی نہین

"اس سادگی پہ کون نہ مرجائے ای خدا
لڑتے ہین اور ہاتھ مین تلوار بھی نہین"

چلتے ہین جس کے نقشِ قدم پر حریف بھی
گو اعترافِ حق سے ابھی انکو عار ہے

جس نے خطابتِ عربی کو دیا رواج
جو فنِ جرح و نقد کا آموزگار ہے

جس نے بدل دیا روش و شیوۂ قدیم
یہ انقلابِ گردشِ لیل و نہار ہے

آتے ہین اوسکی جانچ کو ناآشنائے فن
جو رہبرِ طریقۂ اصلاح کا رہے

تعلیم مشرقی سے نہین جنکو کچھ غرض
ندوہ اب اُن کا نازکشِ اقتدار ہے

اربابِ ریش و جبۂ اقدس کا وہ گروہ
اب چند منشیون کا اطاعت گذار ہے

یہ داستانِ درد، یہ افسانۂ الم
ندوہ کا نوحۂ نفسِ احتضار ہے

وفد بحضور ویسرائے

مارچ سنہ ۱۹۱۴ء

طرابلس، بلقان، کانپور، یونیورسٹی، ندوہ، وغیرہ ہنگامون کے فرو ہونے کے بعد بعض رہنمایانِ قوم نے ضروری سمجھا کہ پھر حکومت اور مسلمانون مین باہم میل ملاپ کرادین اس لیے ۲۵ اپریل سنہ ۱۹۱۴ کو "حزب الاحرار" کے بعض سرگرم ارکان کی سرکردگی مین ویسرائے کی خدمت مین ایک وفد حاضر ہوا، اور صلح کانپور کے شکریہ، اور مسلمانون کی وفاداری کا ایک ایڈریس پیش کیا، فرقۂ احرار کی دوسری جماعت کے ارکان نے اس مین شرکت نہین کی، اور اس طریقۂ کار سے اختلاف کیا،

تفرقۂ حق و باطل

احرار اور مدعیانِ وفا ہین اور ر — دونون کا ہی طریقۂ سود و زیان الگ
دونون کا منتہائے نظر ہے جو مختلف — ہی خود بخود ہر ایک کا طرزِ بیان الگ
اس پر بھی صاف صاف نہ تھا امتیازِ حق — کھلتا نہ تھا کہ کون الگ ہے؟ کہان الگ
دہلی کی انجمن نے وہ پردہ اٹھا دیا — قائم ہوا جو معرکۂ امتحان الگ
اب صاف ہو گیا حق و باطل مین امتیاز — اب فصلِ نو بہار الگ ہے، خزان الگ
اب آفتابِ صدق گہن سے نکل گیا — اب شمع دلفروز الگ ہے، دھوان الگ

مرثیہ

بربادیٔ خانمانِ شبلی

یہ نوحہ مولانا شبلی مرحوم نے اپنے بھائی مولوی محمد اسحاق صاحب مرحوم بی اے ال ال بی وکیل ہائیکورٹ الہ آباد کی وفات پر لکھا تھا، اس مرثیہ کو پڑھ کر ہر شخص مصنف کے درد وغم کا اندازہ کرسکتا ہی، یہی غم ان کے لیے پیام موت ثابت ہوا، اور اس کے چند ہی مہینوں کے بعد خود انھوں نے بھی وفات پائی،

وہ برادر کہ مرا یوسفِ کنعانی تھا
وہ کہ گھر بھر کے لیے رحمتِ یزدانی تھا

وہ کہ مجموعۂ ہر خوبیٔ انسانی تھا
قوتِ دست و دلِ شبلی نعمانی تھا

جوش اسی کا تھا جو مرے سرپر شورید تھا
بل اُسی کا یہ مرے خامۂ پرزور میں تھا

ہم سے ناکاروں کی اک قوتِ عاملِ تھا وہی
مسندِ والدِ مرحوم کے قابل تھا وہی

مایۂ عزتِ اجداد کا حامل تھا وہی
یوں تو سب اور بھی اعضا ہیں مگر دل تھا وہی

اب وہ مجموعۂ اخلاق کہاں سے لاؤں
ہائے افسوس میں اسحاق کہاں سے لاؤں

جب کیا والدِ مرحوم نے دنیا سے سفر
گھر کا گھر تھا ہدفِ ناوکِ صد گونہ خطر

بن گیا آپ اکیلا وہ ہر آفت میں سپر — تیر جو آئے گیا آپ وہ ان کی زد پر
خود گرفتار رہا تا کہ میں آزاد رہوں
اس نے غم اس لیے کھائے کہ میں شاد رہوں

اس کا صدقہ تھا کہ ہر طرح سے تھا میں بے غم — گھر کے جھگڑوں سے نہ کچھ فکر نہ کچھ رنج و الم
امن و راحت کے جو سامان تھی ہر طرح بہم — میں تھا اور مشغلۂ نامہ و قرطاس و قلم
اس کے صدقے سے تھی میری سخن آرائی بھی
اسکا ممنون تھا مرا گوشۂ تنہائی بھی

تازہ تھا دل پہ مرے مہدی مرحوم کا داغ — کہ مرا قوت بازو تھا مرا چشم و چراغ
اس کو جنت میں جو خالق نے دیا کنج فراغ — میں یہ کہتا تھا کہ اب بھی تر و تازہ ہے یہ باغ
یعنی وہ آئینۂ خوبیِ اخلاق تو ہے !
اٹھ گیا مہدی مرحوم تو اسحاق تو ہے

آج افسوس کہ وہ نیّر تابان بھی گیا — میری جمعیت خاطر کا وہ سامان بھی گیا
اب وہ شیرازۂ اوراق پریشان بھی گیا — عتبۂ والد مرحوم کا دربان بھی گیا
گلۂ خوبیِ تقدیر رہا جاتا ہے
نوجوان جاتے ہیں اور پیر رہا جاتا ہے

تجھ کو اے خاکِ لحد آج اجل نے سونپی — وہ امانت جو مرے والدِ مرحوم کی تھی
بسکہ فطرت میں ودیعت تھی نفاست طلبی — ناز پروردۂ نعمت تھا یہ این سادہ وشی

دیکھنا اُڑ کے غبار آئے نہ دامن پہ کہیں
گرد پڑ جائے نہ اُس عارضِ روشن پہ کہیں

اس کے اخلاق کھٹک جاتے ہیں دل میں بار بار — وہ شکر ریز تبسّم، وہ متانت، وہ وقار
وہ وفا کیشیِ احباب، وہ مردانہ شعار — وہ دل آویزیِ خو، وہ نگہِ اُلفت بار

صحبتِ رنج بھی اک لطف سے کٹ جاتی تھی
اُسکی ابرو پہ شکن آ کے پلٹ جاتی تھی

حق نے کی تھی کرم و لطف سے اُسکی تخمیر — خوبیِ خلق و تواضع میں نہ تھا اس کا نظیر
بات جو کہتا تھا ہوتی تھی وہ پتھر کی لکیر — اُس کی اک ذات تھی مجموعۂ اوصافِ کثیر

بسکہ خوش طبع تھا وہ صاحب تدبیر بھی تھا
سچ تو یہ ہے کہ وہ نوخیز بھی تھا پیر بھی تھا

اس کو شہرت طلبی سے کبھی کچھ کام نہ تھا — وہ گرفتار کمندِ ہوسِ خام نہ تھا!
اُسکی ہر بات میں اک لطف تھا ابرام نہ تھا — وہ کبھی مدعیِ رہبریِ عام نہ تھا

اُسکو مطلوب کبھی گرمیِ بازار نہ تھی
اُسکی جو بات تھی کردار تھی گفتار نہ تھی

اُسکو معلوم جو تھا وسعتِ تعلیم کا راز — اس نے دیکھے تھے جو منزل کے نشیب اور فراز
اُس نے یہ کام نئی طرح کیا تھا آغاز — مگر افسوس کہ تھا راہ میں رخشِ تگ و تاز

کوششوں کے جو نتیجے تھے اُسے مل نہ سکے

ہائے وہ پھول کہ پھولے تھے مگر کھل نہ سکے

آہ بھائی ترے مرنیکے تھے یہ بھی کوئی دن — وہ ترا اوج شباب اور وہ بچے کمسن
مسندِ حلقۂ احباب ہے سونی تجھ بن — تو ہی تھا اب خلفِ صدر نشینانِ سخن

دن جب آئے کہ تجھے رہبرِ جمہور کہون
چرخ اب مجھسے یہ کہتا ہی کہ مغفور کہون

یہ بھی اے جانِ برادر کوئی جانیکا ہی طور — اپنے بچون کی نہ کچھ فکر نہ تدبیر نہ غور
ابھی آنے بھی نہ پایا تھا ترے اوج کا دور — کیا ہوا تجھ کو کہ تو ہو گیا کچھ اور سے اور

چھوڑ کر بچون کو بے صبر و سکون جاتا ہی
کوئی جاتا ہی جو دنیا سے تو یون جاتا ہی

آہ اے مرگ کسی شی کی نہین تجھ کو تمیز — تیری نظرون مین برابر ہے گہر اور شبریز
مین نے مانا ترے نزدیک نہ تھا وہ کوئی چیز — رحم کرنا تھا کہ چھوڑے ہین کئی اس نے عزیز

لاڈلے ہین کہ کسی اور کے بس کے بھی نہین
اُسکے بچے ابھی سات آٹھ برس کے بھی نہین

اے خدا بخشیو دل خستہ ہاین مو سفید — لیکے آیا ہی تمنا در گہ عالی مین امید
مرنے والون کو نجات ابدی کی ہو امید — [illegible] ہمارا بھائی جنید

کیا لکھون [illegible]
اب [illegible]

متفرقات

سیرۃ نبوی،

عجم کی مدح[۱] کی، عباسیون[۲] کی داستان لکھی
مجھے چندے مقیم آستانِ غیر ہونا تھا

مگر اب لکھ رہا ہون سیرۃ پیغمبرِ خاتم
خدا کا شکر ہے یون خاتمہ بالخیر ہونا تھا

فرشتون مین یہ چرچا ہے کہ حالِ سرورِ عالم
دبیرِ چرخ لکھتا، یا کہ خود روح الامین لکھتے

صدا یہ بارگاہِ عالمِ قدوس سے آئی
کہ "یہ" ہے اور ہی کچھ چیز، لکھتے تو ہمین لکھتے"

---

[۳] . . . .
. . . .

. . . .
فرشتے میرے ہاتھون سے مثنّی لیتے جاتے ہین

سیرۃ نبوی اور ہر ہائنس سرکار بھوپال

مصارف کی طرف سے مطمئن ہون مین بہر صورت
کہ ابرِ فیضِ سلطان جہان بیگم زر افشان ہے

۱؎ شعر العجم کی پانچ جلدین لکھین ۲؎ المامون عباسی کی سوانح عمری، ۳؎ افسوس ہے کہ یہ قطعہ نہین ملا، سنہ ۱۹۱۲ء مین زمیندار یا ہمدرد مین چھپا تھا، جامع اوراق کو صرف آخری مصرع یاد ہے، ناظرین مین سے جن صاحب کو یہ قطعہ ملے، اسکے بقیہ مصرع لکھ دین اور مجھے بھی اطلاع دین تو عین نوازش ہو

رہی تالیف و تنقید روایتہائے تاریخی ‏ ‏ ‏ ‏ تو اس کے واسطے حاضر مرا دل ہے میری جان ہے

غرض دو ہاتھ ہیں اس کام کے انجام میں شامل
کہ جن میں ایک فقیر بے نوا ہے ایک سلطاں ہے

سانحۂ گزند پا

ہلنا بھی جگہ سے گرچہ اب ہے دشوار ‏ ‏ ‏ ‏ اس پر بھی خدا کا شکر ہے احسان ہے
یعنی کہ پہنچ چکا ہوں جس منزل تک ‏ ‏ ‏ ‏ یاں سے سفر عدم بس اب آسان ہے

ہر چند کہ زخم سخت جاں فرسا تھے ‏ ‏ ‏ ‏ آثار ہلاک سر بسر پیدا تھے
ممنون ہوں ضبط کا کہ اس حال میں بھی ‏ ‏ ‏ ‏ گو پاؤں کٹے مگر قدم برجا تھے

مقبول نہیں ہے بینوائی میری ‏ ‏ ‏ ‏ آلودۂ نخوت ہے گدائی میری
تقدیر نے پاؤں کاٹنے پر بس کی ‏ ‏ ‏ ‏ ناقص ہے ابھی بے سروپائی میری

طلبائے ندوہ سے خطاب

کیے تھے ہم نے بھی کچھ کام جو کچھ ہم سے بن آئے ‏ ‏ ‏ ‏ یہ قصہ جب کا ہے باقی تھا جب عہد شباب اپنا
اور اب تو بس یہی ہے جو کچھ امیدیں ہیں وہ تم سے ہیں ‏ ‏ ‏ ‏ جواں ہو تم لب بام آچکا ہے آفتاب اپنا

ناتمام نظمین

نالۂ شبلی

غالباً اپنے مرحوم بھائی کا مرثیہ اس طرز مین کہنا چاہا تھا،

وہ بھی تھا ایک دن کہ وحشت سراے دل — اک محشر نشاط و وفور سرور تھا
رنگینیِ خیال سے لبریز تھا دماغ — جو شعر تھا چراغ شبستان حور تھا
سینہ مین تھا چمن کدۂ صد امید نو — آنکھون مین کیفِ بادۂ ناز و غرور تھا
اک ایک برگ تھا ورقِ نوبہارِ حسن — فردن کے رخ پہ صبحِ سعادت کا نور تھا

دیگر

معلوم نہین کہ ان اشعار مین کن واقعات کی طرف اشارہ ہے،

اک شہر مین کہ پایۂ تختِ قدیم ہے — پچھلے پہر سے آج عجب شور و شین ہے
پرچم ہے، بیرقین ہین، علم ہین، نشان ہین — غل ہے کہ آج عیش ہی، راحت ہی چین ہے
مسند نشین ہین تختِ حکومت پہ جلوہ گر — دربار ہے کہ جلوہ گہِ زیب و زین ہے
ہین بے نقاب پردگیانِ حریمِ قدس — جنکی زبان پہ شور ہے، نوحہ ہے بین ہے
تاکید اُن پہ ہے کہ ادب سے کھڑی رہین — یعنی کہ احترامِ شہی فرضِ عین ہے

دیگر

ترکون کے فتوحات

یہ نظم غالباً جنگ روم و روس، یا جنگ روم و یونان کے زمانہ مین یعنی ۱۸۹۷ء مین لکھی گئی ہوگی، یہ علی گڈھ جانے سے پہلے کا کلام ہے، مولنا کے بعض اعزہ کے پرانے کاغذات سے ہاتھ آئی ہے۔

گذرا دلِ سپہر سے نوکِ سنانِ ترک ۔۔۔ اور حلقۂ نجوم سے تیرِ کمانِ ترک
گردانِ نامدار ہین گردن کشانِ ترک ۔۔۔ شیرانِ کارزار ہین، زور آورانِ ترک

لرزے مین اُنکے رعب سے دشتِ مصاف ہے
خون اُنکی تیغ کین سے دلِ کوہ قاف ہے

مطائبات

حضرت اکبر الہ آبادی کے رقعۂ دعوت کا جواب،

بعد از حادثۂ گزند پا،

آج دعوت مین نہ آنیکا مجھے بھی ہے ملال ۔۔۔ لیکن اسباب کچھ ایسے ہین کہ مجبور ہون مین
آپکے لطف و کرم کا مجھے انکار نہین ۔۔۔ حلقہ در گوش ہون ممنون ہون مشکور ہون مین
لیکن اب وہ مین نہین ہون کہ پڑا پھرتا تھا ۔۔۔ اب تو اللہ کے افضال سے "تیمور" ہون مین

یعنی لنگ

دل کے بہلانے کی باتیں ہیں وگرنہ شبلی
جیتے جی مردہ ہوں، مرحوم ہوں مغفور ہوں میں

عطیہ بیگم (بمبئی) کی شادی

بمبئی کی مشہور مسلمان خاتون عطیہ بیگم کی شادی ایک نومسلم یہودی نقاش و مصور سے ہوئی، اس پر شاعر نے نئے نئے مضامین پیدا کرکے عطیہ بیگم کو تحفہ بھیجا،

(بزبانِ عطیہ بیگم)

"کھینچ سکتا جو نہ تھا مجھکو کوئی اپنی طرف
آپ "نقاش" ہیں اور حسن کی تصویر ہوں میں

اس لئے تنگ قرابت سے مجھے دوری تھی
آپ نے مجھ کو جو "کھینچا" تو یہ مجبوری تھی

بتان ہند کافر کرلیا کرتے تھے مسلم کو،
عطیہ کی بدولت آج اک کافر مسلمان ہے
